www.KitaboSunnat.com

تھی۔ گولڈنگ مزید یہ بات بھی بیان کرتا ہے کہ یہ فرعون بحیراتِ مُرّہ Bitter lakes میں غرق ہوا تھا جو اس زمانے میں بحراحمر سے ملی ہوئی تھی۔ آگے چل کر وہ لکھتا ہے کہ جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر ایک پہاڑی ہے جسے مقامی لوگ جبلِ فرعون کہتے ہیں۔ اس پہاڑی کے نیچے ایک غار میں نہایت گرم پانی کا چشمہ ہے جسے لوگ حمامِ فرعون کہتے ہیں اور سینہ بسینہ منتقل ہونے والی روایات کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ اسی جگہ فرعون کی لاش ملی تھی۔

میں ان معلومات سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بحیراتِ مرہ میں ڈوبنے کے بعد اس کی لاش کے پھول کر سمندر پر تیرنے اور حمامِ فرعون تک پہنچنے میں کافی وقت لگا ہوگا جس کے دوران میں اس کے گوشت پوست میں سمندری پانی کا نمک جذب ہو گیا ہو گا۔ یہ نمک اس کی لاش کو محفوظ کرتے وقت خارج نہیں کیا جاسکتا تھا۔ تین ہزار برس کے دوران میں یہ رفتہ رفتہ اس کے جسم سے خارج ہو کر ایک تہ کی صورت میں جم گیا اور جب پٹیاں کھولی گئیں تو نمک اس پر جما ہوا پایا گیا۔ (۱)

فرعون کی لاش کے بارے میں دیگر اہل علم کی آراء اور راجح موقف!

فرعون موسیٰ کی لاش کے حوالے سے مذکورہ مسئلہ میں متاخرین میں سے کئی ایک اہل علم کی رائے وہی ہے جو مولانا مودودیؒ نے پیش کی ہے جب کہ ان کے برعکس بعض اہل علم اس سلسلہ میں وہ رائے رکھتے ہیں جو مولانا نور پوری صاحب نے ظاہر کی ہے۔

اس اختلافی صورت میں، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ساحل نیل سے ملنے والی لاشوں میں فرعون موسیٰ کی لاش بھی ملی ہو یا نہ، قرآن کا مقصود بہردو صورت پورا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اہل دنیا کے لئے نمونہ عبرت بنانا

(۱) [ماهنامه 'ترجمان القرآن' لاهور (جنوری،۱۹۷۷ء) بحواله رسائل ومسائل(جلد ۵،صفحه ۱۲۷،۱۲۹)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا جو بن چکا۔ بلکہ گزشتہ سینکڑوں صدیوں تک جب اس طرح کی کسی لاش کا ظہور نہ ہوا تھا، تب بھی تو یہ بطور نمونہ بیان کیا جاتا تھا۔ اگر اس لاش کی موجودگی ہی کو نمونہ عبرت بنانا مقصود تھا تو پھر اللہ تعالیٰ پچھلے ادوار میں بھی اس لاش کو ظاہر کئے رکھتے، جب کہ ایسا نہیں کیا گیا۔ اور اب اگر مصر کے عجائب گھر میں موجود لاشوں میں سے کسی لاش کے بارے میں ثابت ہو بھی جائے کہ یہ فرعون ہی کی لاش ہے تو اس میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں، تاہم اس کے باوجود میں اس مسئلہ میں مولانا نور پوری صاحب کی رائے ہی کو راجح اور احوط سمجھتا ہوں۔ واللہ اعلم!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب : ۲

سائنس وطب

- جدید طریقہ ہائے تولید (نلکی بچہ، کلوننگ وغیرہ)
- انتقال خون کی شرعی حیثیت
- انسانی اعضا کی پیوند کاری
- پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت
- عرب وعجم کے ممتاز علما کے فتاوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل : ۱

جدید طریقہ ہائے تولید اور متعلقہ مسائل
قرآن وسنت کی روشنی میں

- مصنوعی تخم ریزی یا پچکاری مار طریقہ (Artificial Insemination)
- ٹیسٹ ٹیوب بے بی یا نلکی بار آوری (Test Tube Fertilization)
- کلوننگ (Cloning)
- مصنوعی رحم مادر اور انسانی پیدائش!
- مختلف مکاتب فکر کے علماء کے فتاوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند ابتدائی مباحث

طریقہ ہائے تولید کی جدید شکلیں

دورِ حاضر میں سائنسی پیش رفت کے نتیجے میں تولید کے جدید سے جدید طریقے متعارف ہو رہے ہیں، جن کے ذریعے اگر ایک طرف مرد وزن کے بانجھ پن کی بہت سی ناممکن صورتوں کو ممکن و قابل علاج بنایا جا رہا ہے، تو دوسری طرف ان مصنوعی و سائنسی طریقہ ہائے تولید میں بہت سے دینی واخلاقی اور معاشرتی مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں۔

مصنوعی تخم ریزی Artificial Insemination، نلکی بارآوری Test Tube Fertilization اور کلوننگ Cloning وغیرہ چند ایک ایسے جدید طریقے ہیں جن کے ذریعے فطرتی وقدرتی عمل تولید کے مختلف مراحل میں پیش آنے والی بہت سی مشکلات کو دور کر کے ولادت کو یقینی بنانے میں کامیابی حاصل کی جاتی ہے۔

بحیثیت مسلمان سب سے پہلے ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہوگا کہ مذکورہ صورتوں سے مستفید ہونے کے لئے اسلام کی کن تعلیمات اور حدود وضوابط کو مدنظر رکھنا از بس ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بات یاد رہے کہ اسلام سائنس اور ٹیکنالوجی کی حوصلہ شکنی نہیں کرتا اور نہ ہی کسی سائنسی ایجاد اور تکنیک کی سرے سے نفی یا مذمت کرتا ہے بلکہ اسلام ان کے استعمال واستفادہ کی چند حدود مقرر کرتا ہے، مثلاً ٹیلی ویژن، ٹیلی فون، کمپیوٹر، فیکس، لاؤڈ سپیکر وغیرہ جیسی سائنسی ایجادات ہرگز قابل مذمت نہیں بلکہ ایسی چیزیں بنیادی طور پر 'مباح' کے درجہ میں ہیں یعنی اگر ان ایجادات کو خیر وبھلائی اور نیک مقاصد کے لئے شریعت کے منشا کے مطابق استعمال کیا جائے تو پھر بلا شبہ یہ جائز ہی نہیں بلکہ انعامِ خداوندی بھی ہیں۔ لیکن اگر ان چیزوں کو ناجائز، ضرر رساں اور شریعت کے منافی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو پھر انہی چیزوں کا استعمال از روئے شرع ناجائز اور گناہ قرار پائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے جدید مصنوعی وسائنسی طریقہ ہائے تولید کو یکسر غلط، ناجائز اور حرام قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ ان جدید سائنسی طریقوں اور ان سے پیدا ہونے والی مختلف صورتوں کا از روئے شریعت جائزہ لیا جائے گا اور پھر جو پہلو، صورتیں اور طریقے شریعت کی صریح نصوص اور عمومی مقاصد کے خلاف ہوں گے، ان سے بہرطور اجتناب کیا جائے گا اور جن کی شریعت اجازت دیتی ہوگی انہیں قابل استفادہ قرار دیا جائے گا۔

مذکورہ بحث کا تعلق چونکہ 'عمل تولید' سے ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے فطری عمل تولید اور بانجھ پن کی مختلف صورتوں پر روشنی ڈال دی جائے:

فطری طریقۂ تولید

اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کی افزائش نسل کے لئے معقول وفطری عمل تولید مقرر کر رکھا ہے۔ اس فطری عمل تولید کی دو صورتیں ہیں: ایک جنسی طریقہ تولید اور دوسرا غیر جنسی طریقہ تولید۔ جنسی طریقہ تولید نر و مادہ کے ملاپ کا نام ہے یعنی نر و مادہ جنسی خلیوں کے باہم ملاپ سے بارآور بیضہ (Zygote) بنتا ہے جو مختلف مراحل طے کر کے مکمل جانور یا پودے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جنسی طریقہ تولید زیادہ تر جانوروں، انسانوں اور بعض پودوں میں پایا جاتا ہے جبکہ چند جانداروں مثلاً امیبا Amoeba، بیکٹیریا اور اکثر و بیشتر پودوں میں افزائش کا سلسلہ غیر جنسی طریقہ تولید پر مشتمل ہے۔ یعنی اس طریقہ تولید میں غیر جنسی خلیوں کی تقسیم سے ہر حصہ رٹکڑا بتدریج ایک مستقل فرد کی حیثیت اختیار کر کے اپنی نوع میں اضافہ کرتا ہے۔

انسانی افزائش کا فطری طریق، جنسی طریقہ تولید پر مشتمل ہے، یعنی مرد بوقت مباشرت اپنا مادۂ تولید عورت کی فرج کے بالائی حصہ میں خارج کرتا ہے اور یہ مادہ فم رحم (Cervix) اور اندرونِ رحم سے ہوتے ہوئے قاذفین (Fallopion tube) یعنی عورت کے مادہ کے گزرنے کی نالی جسے عربی میں قناۃ المبیض کہا جاتا ہے، میں پہنچ جاتا ہے۔ مرد کے مادۂ تولید میں کروڑہا جرثومے یا کرم (Sperms) ہوتے ہیں جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ہر جرثومہ عورت کے بیضہ کے ساتھ مل کر انسانی بچے کی تشکیل و تکمیل کی پوری صلاحیت رکھتا ہے لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر جرثومے عمل تولید میں مرجاتے ہیں اور عموماً ایک ہی یا شاذ و نادر ایک سے زیادہ جرثومے بارآور ہو جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ ایک سے زیادہ دو، تین، چار..... (جڑواں) بچے تبھی پیدا ہوتے ہیں، جب ایک سے زیادہ جرثومے بارآور ہو جائیں۔

رحم مادر کے اطراف میں بیضہ دانیاں (Ovaries) ہوتی ہیں جن میں عورت کا بیضہ (Ovum) (ہزاروں کی تعداد میں) خام حالت میں ہوتا ہے اور ہر مہینے بالخصوص طہر کے ابتدائی یا آخری دنوں میں، عام طور پر ایک اور کبھی شاذ و نادر ایک سے زائد بیضہ اُنٹی پختہ ہو کر بیضہ دانی سے باہر آ جاتے ہیں اور پھر نشوونما پاتے ہوئے قاذفین میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر اس وقت مرد کا نطفہ (کرم) قاذفین میں موجود ہو یا مباشرت کر کے نطفہ قاذفین میں پہنچا دیا جائے تو مرد و زن کے نطفوں کا ملاپ ہوتا ہے، یعنی مردانہ نطفہ سے ایک کرم (نر جرثومہ) بیضہ اُنٹی میں داخل ہو کر اسے بارآور بنا دیتا ہے جبکہ باقی کروڑوں کرم (جرثومے) ضائع ہو جاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر پہلے ہی ملاپ میں بیضہ اُنٹی بارآور ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں عورت کو حمل ٹھہر جاتا ہے مگر کبھی کبھار پہلی مرتبہ ایسا نہیں بھی ہوتا۔

پھر یہ بارآور بیضہ جسے قرآنی اصطلاح میں نطفة أمشاج اور طبی اصطلاح میں زائیگوٹ (Zygote) کہتے ہیں، نمو کے ابتدائی مراحل طے کرتے ہوئے رحم مادر کی طرف سفر شروع کر دیتا ہے۔ ابتدائی مرحلہ میں زائیگوٹ یا بارآور بیضہ کی جفت تقسیم در تقسیم کا عمل شروع ہو جاتا ہے یعنی ایک سے دو پھر دو سے چار اور چار سے آٹھ..... یہ عمل تقسیم تین سے چھ روز تک رحم کے اندرونی حصہ یوٹرائن کیویٹی (Utrine cavity) میں جاری رہتا ہے پھر بارآور بیضہ (یعنی زائیگوٹ) رحم کی دیوار (Endometrium) کے ساتھ چپک جاتا ہے اور یوں رحم کے اندر بقیہ ارتقائی مراحل طے کرنے لگتا ہے۔ حتیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ چالیس روز کے بعد نطفہ أمشاج (زائیگوٹ)، عَلَقَة (گاڑھا خون) میں بدل جاتا ہے۔ پھر چالیس روز کے بعد یہ مُضغَة (لوتھڑا یا گوشت کی بوٹی) کی شکل اختیار کرلیتا ہے پھر اس کے بعد یعنی کل چار مہینوں کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور اس وقت نطفہ أمشاج ایک واضح بچہ کی شکل میں ڈھل چکا ہوتا ہے جو مزید کچھ مہینوں کے بعد خوبصورت شکل کے ساتھ جنم لے کر دنیا میں وارد ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ، فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ (المؤمنون:۱۳،۱۴)

''پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا، پھر نطفے کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کردیا۔ پھر گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں پیدا کردیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کردیا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔''

فطری طریقۂ تولید میں نقص اور بانجھ پن

مرد وزن کے جنسی تعلقات کے باوجود افزائش نسل نہ ہونا 'بانجھ پن' کہلاتا ہے بشرطیکہ قصداً کوئی مانع حمل ترکیب بروئے کار نہ لائی گئی ہو۔ طبی تحقیقات کے مطابق بانجھ پن خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک میں یا دونوں ہی میں کسی خاص نقص یا مرض کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض نقائص وعیوب اور امراض ایسے ہیں جن کا علاج ممکن ہو چکا ہے۔ جبکہ بعض نقائص و اَمراض کے مداوے میں سائنس دان تا حال کامیاب نہیں ہو سکے مگر مستقبل میں مزید سائنسی تحقیقات و تجربات کے بعد ان میں بھی کامیابی حاصل کرلینا بعید از امکان نہیں لیکن اس کے باوجود بانجھ پن کے بعض نقائص ایسے بھی ہیں جنہیں دور کرنا انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ بعض لوگوں کو اس دنیا میں کسی خاص آزمائش کے لئے مستقل بانجھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنا بھی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جیسا کہ سورۃ الشوریٰ/آیت ۵۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا﴾ ''اور جسے اللہ چاہے، 'بانجھ' ہی کر دیتا ہے۔''

مرد میں بانجھ پن کے عوامل:

① پیدائشی یا عارضی طور پر مادۂ تولید کو خصیوں سے عضو تناسل تک پہنچانے والی نالیوں Ductus Ceferences میں رکاوٹ پیدا ہونا۔

② پیشاب کی نلی کا کسی بیماری کے باعث بند ہونا۔

③ مردانہ نطفوں (سپرمز) کا کمزور، غیر متحرک اور بے کار ہونا۔

④ سرعتِ انزال کی وجہ سے مادۂ تولید کا مطلوبہ مقام تک نہ پہنچ پانا۔

⑤ مادۂ تولید کا قلیل ہونا بھی بعض اوقات بانجھ پن کا سبب بن جاتا ہے۔

عورت میں بانجھ پن کے عوامل:

① زنانہ نطفہ کے اخراج کی نالی یعنی 'قاذفین' (Fallopion Tube) کا کسی بیماری کی وجہ سے بند ہونا۔

② قاذفین کا سرے سے موجود ہی نہ ہونا۔

③ زنانہ نطفے کا کمزور، غیر متحرک یا بے کار ہونا۔

④ بیضہ دانیوں (Ovaries) میں کوئی نقص ہونا۔

⑤ رحمِ مادر (Utereus) میں کوئی نقص ہونا مثلاً رسولی وغیرہ۔

⑥ رحم کا نطفہ امشاج (بارآور بیضہ یا زائیگوٹ) کو قبول نہ کرنا۔

⑦ پیدائشی طور پر 'رحم' ہی سے محروم ہونا۔[1]

---

(۱) بانجھ پن کے عوامل کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

❶ Fundamentals of Obstetrics and Gynaecology, p 21-22.

❷ Clinical Embryology, p 9.

❸ Gynaecology Illustrated. p 466-468.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنوعی طریقہ ہائے تولید

پہلا طریقہ: مصنوعی تخم ریزی یا پچکاری مار طریقہ

اگر مرد کا مادۂ تولید کمزور ہو یا قلیل مقدار میں خارج ہوتا ہو تو استمنا بالید (مشت زنی رجلق) یا کسی اور طریقہ سے اسے زیادہ مقدار میں حاصل کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس مقصد کے لئے مرد کو ایک سے زیادہ مرتبہ انزال کروا کے مادہ تولید کو محفوظ کرلیا جاتا ہے لیکن اگر مادہ قوی ہو مگر سرعتِ انزال یا کسی اور نقص کی وجہ سے مطلوبہ محل تک نہ پہنچ پاتا ہو تو پھر ایک مرتبہ اِنزال ہی سے حاصل شدہ مادہ (سپرمز) انجکشن کی مدد سے عورت کے پیٹ کے زیریں حصہ (Pelvic Cavity) میں پہنچا دیا جاتا ہے، جہاں سے وہ مادہ قاذفین (قناۃ المبیض) میں داخل ہوکر وہاں پہلے سے موجود بیضہ انثیٰ کو بارآور (زائیگوٹ یا نطفہ اَمشاج) بنا دیتا ہے اور پھر نیچے رحم میں اتر کر تخلیقی مراحل طے کرنا شروع کر دیتا ہے۔ گویا مردانہ نطفہ کو عورت میں داخل کرنے کا طریقہ تو مصنوعی ہے مگر اس کے بعد نطفوں کا ملاپ اور نمو کے دیگر تمام مراحل (علقۃ، مضغۃ اور مکمل بچہ بننے تک) فطری طریقۂ تناسل پر از خود طے ہوتے ہیں۔ تخم ریزی کا یہ طریقہ عرصہ دراز سے حیوانوں کی افزائش نسل کے لئے استعمال ہوتا چلا آ رہا ہے اور اب یہ انسانوں میں بھی اسی کامیابی سے شروع ہو چکا ہے۔

مصنوعی تخم ریزی کے اس طریقہ میں جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، اس کی تفصیل اور اس سے متعلقہ مسائل کی شرعی حیثیت پر بحث درج کی جاتی ہے:

مادہ تولید کا حصول:

سب سے پہلے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مردانہ مادہ تولید کو کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے اور پھر اس حصول کے طریقہ کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مادہ تولید کے حصول کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ مرد مشت زنی (جلق یا استمنا بالید) کے ذریعے اپنا مادہ کسی مخصوص چیز میں نکال کر مطلوبہ ڈاکٹر تک پہنچا دے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خاوند دورانِ مباشرت عزل سے کام لے اور مادے کا اِخراج کسی چیز میں کر کے اسے محفوظ کر لے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ آلہ تناسل پر مصنوعی خود (نرودھ/کنڈوم وغیرہ) چڑھا کر مباشرت کرے اور خود بخود اس خود میں مادہ محفوظ ہو جائے گا، جسے بعد میں انجکشن کے ذریعے رحم میں داخل کر دیا جائے گا۔

مذکورہ صورتوں میں سے پہلی صورت کے جواز پر اگرچہ اختلاف پایا جاتا ہے اور اکثر و بیشتر اہل علم اس کی حرمت ہی کے قائل ہیں مگر اضطراری صورت اور اولاد کے حصول کے لئے اس طریقہ سے مادہ نکالنے کی کچھ نہ کچھ وجہ جواز معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود زیادہ مناسب یہ ہے کہ دوسرے دو طریقوں سے مادہ حاصل کر لیا جائے، کیونکہ اس طرح مادہ بھی حاصل ہو جائے گا اور شرعاً کوئی قباحت بھی پیدا نہ ہوگی۔ جبکہ تیسرا طریقہ سب سے زیادہ مناسب اور محفوظ ہے۔

مادۂ تولید رحم میں داخل کرنا:

مادہ تولید کے حصول کے بعد اسے عورت کی فرج کے راستے رحم میں پہنچایا جاتا ہے۔ یہاں بے پردگی وغیرہ کے مسائل بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انتہائی ناگزیر صورت کے علاوہ غیر محرموں کے ان مقامات کو دیکھا جائے جن کی ستر پوشی ضروری ہے۔ اس لئے یہ مرحلہ لیڈی ڈاکٹر سے پورا کرانا ضروری ہے تاکہ ستر و حجاب کے احکام پامال نہ ہونے پائیں۔

میاں بیوی اور مصنوعی تخم ریزی:

اگر کسی مرد کا مادۂ منویہ فطری طریقے سے رحم تک نہ پہنچ پاتا ہو جبکہ مصنوعی تخم ریزی سے ایسا ممکن ہو تو شرعی طور پر اس مصنوعی طریقہ کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشرطیکہ اس مرد کا مادّہ اسی کی بیوی ہی کے رحم میں داخل کیا جائے۔ اس جائز صورت میں درج ذیل شرعی احکام کا لحاظ رکھا جائے گا:

① مصنوعی تخم ریزی کی جائز صورت میں پیدا ہونے والا بچہ حلال اور صحیح النسب ہوگا۔

② اگر مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی جبکہ اس کا نطفہ جو پہلے سے محفوظ تھا اور عورت کے رحم میں داخل نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی اسے مصنوعی طریقہ سے رحم سے باہر عورت کے بیضہ (نطفہ) سے ملایا گیا (اس کی مزید تفصیل ٹیسٹ ٹیوب میں آئے گی) تو مطلقہ ہونے کی وجہ سے وہ عورت اپنے خاوند کے مادہ (نطفہ) کو اپنے رحم میں رکھوانے کی مجاز نہیں، الا کہ اسے خاوند کا رجوع حاصل ہو جائے یعنی جس طرح طلاق دینے کے بعد مرد اس 'مطلقہ' سے مباشرت نہیں کرسکتا، اسی طرح طلاق کے بعد اپنا مادّہ مصنوعی طریقے سے بھی داخل نہیں کرواسکتا۔ اور نہ ہی ایسی صورت میں عورت کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔

③ اگر بالفرض خاوند رجوع کرلے تو اس کا رجوع سے پہلے کا محفوظ شدہ مادّہ بعد از رجوع عورت کے رحم میں داخل کیا جاسکتا ہے، از سرنو مادّہ لینے کی ضرورت نہیں۔

④ اگر خاوند وفات پا جائے جبکہ اس کا مادّۂ منویہ محفوظ ہو تو ایسی صورت میں اس کی بیوی اس مادہ کو اپنے رحم میں داخل نہیں کراسکتی کیونکہ خاوند کی وفات کی وجہ سے رشتہ ازدواج ٹوٹ چکا ہے۔

⑤ اگر ایسے مرد کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اس کا مادۂ تولید اسی طرح دوسری بیویوں کے رحم میں داخل کرنا جائز ہے جس طرح پہلی بیوی کے رحم میں۔

مصنوعی تخم ریزی کی قبیح صورتیں:

مصنوعی تخم ریزی کی ہر وہ صورت قبیح، ناجائز اور شرعی اعتبار سے حرام ہے جس میں عورت کو حاملہ کرنے کے لئے کسی بھی غیر شوہر کا نطفہ استعمال کیا جائے۔ مغربی ممالک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تو ایسا کرنا معمول کی کارروائی خیال کیا جاتا ہے اور اس مقصد کے لئے وہاں قانونی طور پر مادہ منویہ کے بنک قائم ہیں جہاں لوگ اپنا مادہ تولید بطور خیرات پیش کر دیتے ہیں اور عورتیں حسب ضرورت کسی بھی مرد کا مادہ اپنے رحم میں داخل کروالیتی ہیں! اگرچہ یہ کھلی بے حیائی ہے جس کی اسلام بہر طور اجازت نہیں دیتا مگر ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس کی مختلف وجوہات بیان کردی جائیں:

(i) کسی بڑے عظیم، ذہین وفطین اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل شخص کا نطفہ لے کر انہی خصوصیات کا حامل بچہ پیدا کرنے کے لئے۔

(ii) خاوند پیدائشی یا حادثاتی طور پر مادّہ تولید کے اخراج کے قابل نہیں ہوتا اور اولاد کے حصول کے لئے وہ غیر مرد کا نطفہ حاصل کر کے مصنوعی طریقہ سے اپنی بیوی کے رحم میں داخل کروالیتا ہے۔

(iii) اس بے غیرتی، اور بے حیائی کو معیوب نہ سمجھتے ہوئے بھی ایسا کیا جاتا ہے۔

شرعی حکم:

پہلی صورت پر غور کیا جائے تو دورِ جاہلیت میں بھی اس کی مثال ملتی ہے۔ جاہلی دور میں عربوں کے ہاں یہ رسم بد مروج تھی کہ کوئی آدمی کسی بہادر، لائق اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل شخص کے پاس اپنی بیوی بھیج دیتا تاکہ وہ اس سے حاملہ ہو جائے مگر اسلام نے اس بے غیرتی کی رسم کو یکسر حرام اور زنا کاری قرار دیا۔ غیر مرد کا نطفہ حاصل کر کے مصنوعی طریقہ سے عورت کے رحم میں داخل کرنا بھی اسی نوعیت کا فعل ہے مگر براہِ راست زنا نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حدِ زنا تو نافذ نہیں کی جاسکتی مگر شبہ زنا ہونے کی وجہ سے تعزیری سزا ضرور نافذ کی جائے گی۔

دوسری صورت میں اگرچہ یہ وجہ پیش کی جاسکتی ہے کہ خاوند میں مادّہ تولید نہیں، اس لئے حصولِ اولاد کے لئے دوسرے کا نطفہ مصنوعی طریقہ سے حاصل کر کے اگر اولاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوسکتی ہے تو کیا حرج ہے؟ لیکن اسلامی تعلیمات کی رو سے اس میں حرج اور قباحت موجود ہے۔ اس کی قباحت کی ایک وجہ تو شبہ زنا والی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے اختلاطِ نسب اور وراثت کے مسائل پیدا ہوں گے۔ اس لئے اولاد کے حصول کا عذر یہاں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پھر اسلام نے عورت کو خُلع کا حق بھی تو دیا ہے وہ اسے استعمال کر کے ایسے مرد سے جدائی حاصل کر کے نیا نکاح کر لے۔

تیسری صورت کی قباحت پہلے ہی اتنی واضح ہے کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔

یاد رہے کہ مغرب میں مادۂ تولید کی خرید وفروخت اور عطیات وغیرہ کے لئے باقاعدہ بنک اور سٹور کھل چکے ہیں۔ حرامی بچوں کی کثرت کی وجہ سے حفاظتِ نسب کا سلسلہ تو وہاں پہلے ہی سے مخدوش تھا اب رہی سہی کسر بھی نکل جائے گی! اللامان والحفیظ!!

مندرجہ قبیح صورتوں میں اسقاطِ حمل اور اثباتِ نسب کے مسائل

اگر قصداً غیر شوہر کا مادہ تولید کسی عورت کے رحم میں داخل کیا جائے یا ڈاکٹر بددیانتی سے ایسا کرے (مغرب میں اس کی بے شمار مثالیں سامنے آچکی ہیں) تو یہ شرعاً حرام ہے۔ لیکن اگر غلطی سے غیر شوہر کا نطفہ کسی عورت کے رحم میں داخل کر دیا جائے تو یہ بھی اس وقت حرام اور شبہ زنا کے حکم میں ہوگا جبکہ اس کا علم ہو جائے، مگر یہ علم ظاہر ہے کہ تبھی ہوگا جب وہ عورت کے رحم میں منتقل ہو چکا ہوگا۔ اس لئے اسے اسی مصنوعی طریقہ سے باہر نہیں نکالا جاسکتا کہ جس طرح داخل کیا گیا تھا، البتہ بعض ایسی ادویات تیار کی جا چکی ہیں جن کے ذریعہ اس نطفہ کو بارآوری سے روکا جاتا ہے یا بارآوری کے بعد اس کا اسقاط کر دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں شبہ زنا، اختلاطِ نسب اور وراثت وغیرہ جیسے مسائل سے دوچار ہونے کی بنسبت یہ بات زیادہ مناسب ہے کہ بارآور نطفہ کا شروع ہی سے اِسقاط کرا دیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر نطفے کی غلطی کا علم اس وقت ہو جب چار ماہ کے بعد اس میں روح پھونکی جا چکی ہو اور بارآور بیضہ مکمل بچے کی شکل اختیار کر چکا ہو تو ایسی صورت میں اِسقاط درست نہیں، اس لئے کہ اب اسقاط سے ایک نئی جان کے ضیاع اور قتل ناحق کا مسئلہ کھڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا اب اس بچے کی پیدائش کو روکا نہیں جائے گا۔ باقی رہا ایسی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا مسئلہ، تو اس کا نسب اس مرد کی طرف نہیں ملایا جائے گا جس کا یہ نطفہ تھا بلکہ یہ اس کی طرف ملایا جائے گا جس کے گھر (فراش) اور جس کی بیوی کے ہاں وہ پیدا ہوا ہے۔ اس لئے کہ شریعت کا مسلمہ اُصول ہے:

" الولد للفراش وللعاهر الحجر "(۱)

''بچہ تو اس کا ہوگا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اور زانی کے لئے رجم کی سزا ہے۔''

گویا شریعت نے ایسی صورت میں بہت سی حکمتوں کے پیش نظر اس نطفے کا اعتبار نہیں کیا۔ مندرجہ صورت کی مزید تفصیل 'ٹیسٹ ٹیوب بارآوری' کے ضمن میں ہم بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ!

(۱) [(بخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبهات:(۲۰۵۳)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا طریقہ: ٹیسٹ ٹیوب یا نلکی بارآوری

اس مصنوعی طریقہ کو طبی اصطلاح میں InVitro fertilization یا Test tube fertilization کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس طریقۂ تولید میں مرد و زن کے نطفوں کو حاصل کر کے شیشے کی ایک نلکی (جسے Vitro یا Tube کہتے ہیں) میں ان کا اختلاط کرایا جاتا ہے۔ اگر اس اختلاط میں بیضہ انثیٰ بارآور ہو جائے تو اسے مزید کچھ عرصہ ایسی نلکی ہی میں نمو کے مراحل سے گزار کر عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے جہاں وہ بارآور بیضہ (یعنی زائیگوٹ) ارتقا کے دیگر مراحل طے کر کے مکمل بچے کی شکل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ ٹیسٹ ٹیوب میں عمل بارآوری ایسا طریق کار ہے جو ایک عورت کو اس کا بانجھ پن دور کرنے میں ان حالات میں مدد دیتا ہے جبکہ اس کی قاذفین یعنی قناۃ المبیض (Fallopion Tubes) سرے سے موجود ہی نہ ہوں یا ان میں نقص پیدا ہو گیا ہو۔ گویا ایسی عورت کے لئے ٹیسٹ ٹیوب بارآوری ایک عظیم نعمت خداوندی ہے۔

یہ مصنوعی عمل تولید پہلے مصنوعی طریقۂ تولید (تخم ریزی) سے قدرے مختلف ہے۔ اس طریقہ کار میں جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، ان کی مزید تفصیل مع شرعی حیثیت ذیل میں درج کی جاتی ہے:

مرد و زن کے مادۂ تولید کا حصول:

اس طریقۂ تولید میں مرد و زن دونوں کے نطفے حاصل کئے جاتے ہیں۔ مردانہ نطفے کے حصول کے مختلف طریقوں اور ان کی شرعی حیثیت پر گزشتہ صفحات میں بحث ہو چکی ہے، لہٰذا اب زنانہ نطفہ کے حصول کے طریقہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔

عورت کے رحم کے اطراف میں بیضہ دانیاں (Ovaries) ہوتی ہیں جن میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزاروں کی تعداد میں خام بیضے (یعنی زنانہ جراثیم) محوِ حرکت رہتے ہیں۔ طہر کے پہلے عشرے کے اَواخر میں عموماً ایک اور کبھی شاذ و نادر دو یا اس سے زیادہ بیضے پختہ ہو کر بیضہ دان سے باہر نکل آتے ہیں۔ بعض اوقات بیضوں کو پختہ کر کے اِخراج کے لئے عورت کو ہارمون دیا جاتا ہے۔ اخراجِ بیضہ کے لئے عورت کے پیٹ میں عین ناف کے نیچے ایک چھوٹا سا شگاف کیا جاتا ہے اور وہاں سے لیپروسکوپ (Laparoscope) نامی ایک آلہ پیٹ میں داخل کیا جاتا ہے۔ اس آلہ میں چونکہ روشنی کا انتظام ہوتا ہے، اس لئے اس کی مدد سے بیضہ دانی کا براہِ راست جائزہ لیا جاتا ہے۔ جب پختہ بیضے، بیضہ دانی کے حویصلہ (Ovarian follicle) سے نکلنے کے قریب ہوتے ہیں تو عمل جراحی کے ذریعے حسبِ ضرورت پختہ بیضے حاصل کر لئے جاتے ہیں۔

حکم شرعی:

زنانہ نطفے کا حصول اگرچہ عمل جراحی (آپریشن) سے ممکن ہے جس سے عورت کی صحت متاثر ہو سکتی ہے مگر اس کے ذریعے چونکہ ایک بانجھ عورت کا بانجھ پن کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے اور اس کے لئے اپنی جائز اولاد کا حصول بھی متوقع بلکہ ایک حد تک یقینی ہے، پھر اگر یہ میاں بیوی کے مابین ہو تو اس میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں لہٰذا مذکورہ طریقہ سے زنانہ نطفہ کا حصول ایک بڑے مقصد اور علاج معالجہ کی بنیاد پر درست قرار دیا جائے گا، البتہ اس صورت میں ستر و حجاب کے احکام مدنظر رکھے جائیں۔

مرد و زن کے نطفوں کا اختلاط:

زنانہ نطفے کے اخراج کے بعد اسے ایک مخصوص غذائی محلول Nautrient Solution میں منتقل کر دیا جاتا ہے جو اپنی ساخت اور ماحول کے مطابق ایسے ہی ہوتا ہے جیسے ماں کے پیٹ میں 'قاذفین' (یعنی زنانہ نطفہ کے خروج کی قدرتی نالی) ہوتی ہے۔ پھر پہلے سے حاصل شدہ مردانہ نطفے کو اس محلول میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ مردانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نطفے میں موجود کروڑوں جرثوموں (سپرمز) میں سے ایک ہی جرثومہ زنانہ نطفہ (بیضہ) کو بارآور بنا دیتا ہے جبکہ بقیہ جرثوموں کو ضائع کردیا جاتا ہے۔ گویا مصنوعی آلات میں بارآوری کے لئے وہی ماحول فراہم کیا جاتا ہے جو ماں کے پیٹ کے اندر ہوتا ہے۔

شرعی حیثیت:

مذکورہ صورت میں چونکہ میاں بیوی ہی کے نطفوں کا اختلاط کرایا جاتا ہے اور وہ بھی اس لئے کہ مرد وزن میں کسی ایک کو ایسا مرض یا نقص ہے جس کی وجہ سے وہ قدرتی ملاپ یا اختلاط اور بارآوری کے لائق نہیں، لہٰذا ایسی صورت میں علاج اور طلبِ اولاد کی غرض سے مصنوعی اختلاط میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اس بات کا شدید خیال رکھا جائے کہ غیر مرد وزن کے نطفے باہم مل نہ پائیں۔

بارآور بیضہ کی مصنوعی پرورش اور رحم میں منتقلی:

بارآور بیضہ کو پہلے محلول سے نکال کر ایک اور غذائی محلول میں منتقل کردیا جاتا ہے جہاں ۲۴ گھنٹوں تک اس کی خلیاتی تقسیم کا عمل شروع ہوجاتا ہے حتیٰ کہ جب بارآور بیضہ آٹھ خلیوں میں تقسیم ہوجاتا ہے تو پھر اسے عام طور پر کینولا (Cannula) نامی پلاسٹک ٹیوب کے ذریعے رحم میں پہنچادیا جاتا ہے جہاں سے وہ بارآور بیضہ فطری طریق پر نمو کے دیگر مراحل طے کرکے مکمل بچے کی شکل میں جنم لیتا ہے۔

شرعی حیثیت:

اگرچہ مذکورہ طریقۂ تولید میں مرد وزن کے نطفوں کا اخراج، اختلاط اور بارآوری کے بعد کچھ دنوں کے لئے مصنوعی پرورش پھر واپس رحم میں منتقلی وغیرہ تک کے تمام طریقے غیر فطری یا مصنوعی ہیں۔ مگر بعض مصالح کی غرض سے بسا اوقات غیر فطری اور مصنوعی طریقوں کو اختیار کرنے کی شرعاً رخصت موجود ہے مثلاً زچہ بچہ یا کسی اور مریض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جان بچانے کے لئے بسا اوقات آپریشن کیا جاتا ہے جو غیر فطری ہونے کے باوجود ایک برتر مصلحت کی غرض سے جائز ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی غیر فطری صورتوں کو اپنانا بسا اوقات ہماری مجبوری بن جاتی ہے۔ اس لئے ایسی مجبوری اور اضطرار کی صورت میں کسی غیر فطری، مصنوعی اور سائنسی طریق کو اپنانے میں کوئی حرج نہیں۔

مذکورہ صورت سے متعلقہ دیگر شرعی احکام:

اگر میاں بیوی کے نطفوں کو ٹیوب میں بارآور کرنے کے بعد رحم مادر میں منتقل کر کے بچہ کی پیدائش کرائی جائے تو یہ جائز ہے۔ اور اس صورت میں درج ذیل شرعی احکام لاگو ہوں گے:

① ایسا بچہ حلال اور ثابت النسل وصحیح النسب ہوگا۔

② اگر مرد نے ایسی حالت میں بیوی کو طلاق دی کہ ان کے نطفوں کا اختلاط نہیں کرایا گیا تو دورانِ عدت یا بعد از عدت رجوع کے بغیر ان کا اختلاط درست نہیں۔

③ اگر طلاق سے پہلے مرد وزن کے مادہ کا اختلاط ہو چکا ہو تو بعد از طلاق وہ عورت اس مادّہ کو اپنے رحم میں رکھوانے کی پابند ہے۔ اس لئے کہ بیرونِ رحم اب اس مادّہ کی وہی کیفیت تھی، جو ملاپ کے بعد حمل ٹھہرنے کی صورت میں قدرتی طور پر پیٹ کے اندر ہوتی ہے۔ نیز اس بچے کی نسبت طلاق دینے والے کی طرف ہی ہوگی۔

④ ایسی مطلقہ عورت جس نے اپنا نطفہ بارآوری کے لئے نکلوایا ہو مگر ابھی اس کا اختلاط نہ کرایا گیا ہو تو بعد از عدت نئے خاوند کے نطفہ سے پہلے سے اخراج شدہ بیضہ کا ملاپ کروا کے وہ اسے اپنے رحم میں رکھوا سکتی ہے۔

یاد رہے کہ بعض اہل علم نے راقم الحروف سے اس مسئلہ پر اختلاف کیا ہے ان کے بقول..... ''یہ بات محل نظر ہے کیونکہ جس وقت وہ بیضہ حاصل کیا گیا تھا وہ موجودہ خاوند کے لئے حلال نہ تھا بلکہ پہلے خاوند کے لئے حلال تھا۔ اب نئے خاوند کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت عورت کے بیضے بھی نئے ہیں بلکہ جدید سائنس کے مطابق تمام جسم کے خلیے مسلسل بدلتے رہتے ہیں.....'' (حافظ عبد السلام بن محمد، نائب امیر جماعۃ الدعوۃ / شیخ الحدیث، جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ مریدکے، لاہور).....بہرصورت مذکورہ مسئلہ چونکہ اجتہادی نوعیت کا ہے اس لئے اس میں اختلاف رائے اور مزید بحث وتمحیص کی گنجائش ہے۔

⑤ اگر خاوند وفات پا جائے تو اس کی بیوی کے لئے اس کے پہلے سے حاصل کردہ نطفہ سے بارآوری کروا کے اسے اپنے رحم میں رکھوانا جائز معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ خاوند کی وفات کے ساتھ ہی عورت کی عدت شروع ہو جاتی ہے اور دنیاوی رشتہ ازدواج منقطع ہو جاتا ہے۔ تاہم اگر خاوند کے فوت ہونے سے پہلے ایسا کروالیا جائے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ خواہ وفات سے چند منٹ پہلے ہی ایسا کیوں نہ کیا گیا ہو۔

ٹیسٹ ٹیوب بارآوری کی قبیح صورتیں اور ان سے متعلقہ احکام ومسائل

(ا) قائم مقام مادریت:

قائم مقام مادریت (Surrogate Mother) سے مراد یہ ہے کہ میاں بیوی مصنوعی طریقے سے اپنے نطفے کو بارآور کرانے کے بعد کسی تیسری عورت کے رحم میں رکھوا دیتے ہیں۔ ایسا کرنے کی چند نمایاں وجوہات درج ذیل ہیں:

① عورت کے 'قاذفین' یا رحم میں کوئی ایسا نقص ہو، جس کی وجہ سے وہ اولاد جننے کے قابل نہ ہو۔

② اس کی بیوی قدرتی طور پر 'رحم' سے محروم پیدا ہوئی ہو۔

③ عورت میں نقص یا مرض تو کوئی نہیں مگر وہ نو ماہ کی مشقت سے راہِ فرار چاہتے ہوئے یہ مشقت کسی اور عورت کے سپرد کرنا چاہتی ہو۔

مندرجہ تین صورتوں میں سے پہلی صورت کا تعلق مرض سے ہے اور کوئی مرض ایسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں جس کی دوا اللہ نے اُتاری نہ ہو، اس لئے ایسی عورت جدید علاج معالجہ کی طرف توجہ کرے تاکہ وہ اپنے خاوند سے بارآور ہونے والے اپنے نطفہ کو ارتقائی مراحل سے گزار کر اپنا بچہ حاصل کرنے کے قابل ہو سکے اور جب تک اس کا کوئی علاج جو شریعت کے منافی نہ ہو، سامنے نہیں آ جاتا تب تک صبر سے کام لے۔

دوسری صورت (رحم سے محرومی) اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص آزمائش ہی معلوم ہوتی ہے جس کی طرف قرآن مجید (الشوریٰ ۵۰) میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا﴾ ''اور جسے اللہ چاہے، 'بانجھ' ہی کر دیتا ہے۔''

لہٰذا اسے اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھ کر قبول کرنا چاہئے۔ تاوقتیکہ مستقبل میں کسی وقت مصنوعی رحم کی ایجاد سامنے آ جائے اور اس کا بھی امکان ہے، کیونکہ اب بچے کی ولادت کے ابتدائی بارہ ہفتوں کا مرحلہ مصنوعی آلات میں کامیابی سے طے پا سکتا ہے۔ اسی طرح ولادت کے آخری ایام بھی رحم مادر سے باہر طے کروانا ممکن ہو چکا ہے اور کوئی بعید نہیں کہ یہی طبی ٹیکنالوجی مزید پیش رفت کے ذریعے بقیہ مراحل بھی مصنوعی ماحول میں مکمل کرانے میں کامیاب ہو جائے (بلکہ اب تو اس کی بازگشت بھی سنائی دے رہی ہے)۔ مگر جب تک ایسا ممکن نہیں ہو جاتا، تب تک رحم سے محروم ماں کو صبر و شکر سے کام لینا چاہئے۔

⊙ جائز صورت: البتہ اس کی ایک جائز صورت اس دور میں بھی ممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسی عورت کا خاوند کسی دوسری عورت سے شادی کر لے اور اسے اس بات پر راضی کر لے کہ وہ پہلی بیوی کے بارآور نطفہ کو اپنے رحم میں لے کر پرورش کرائے اور ولادت کے بعد وہ بچہ بانجھ بیوی کو دے دیا جائے۔ اس کی مزید تفصیل آگے 'جائز و اجتہادی صورت' کے تحت آ رہی ہے۔

تیسری صورت انتہائی مذموم اور قابل نفرت جرم ہے کہ ایک عورت بلا وجہ اپنی اس اہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذمہ داری سے سبکدوش ہونا چاہتی ہے جو روزِ اوّل سے قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے سونپ رکھی ہے۔ گویا ایسی عورت اللہ تعالیٰ کی ابدی سنت میں دست اندازی کی وجہ سے سرزنش کے لائق ہے جو بانجھ پن سے محفوظ ہونے کے باوجود کسی اور عورت کے رحم میں اپنے نطفہ کی پرورش کراتی ہے، حتیٰ کہ اگر یہ بانجھ ہوتی تو تب بھی غیر عورت کے رحم میں اپنے بارآور بیضہ کی پرورش کروانے کی ازروئے شریعت مجاز نہیں۔

اگرچہ اولاد سے محروم ماں کیلئے غیر عورت میں اپنے بارآور بیضہ کی پرورش کروا کے بچہ حاصل کرنے میں بظاہر کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی مگر درج ذیل مفاسد کی بنا پر اس کا جواز فراہم نہیں کیا جاسکتا:

① کسی شادی شدہ جوڑے کا بارآور بیضہ جس تیسری اجنبی عورت کے رحم میں رکھا جائے گا، ظاہر ہے کہ وہ بارآور بیضہ اس عورت کے رحم میں ارتقائی مراحل کے بعد معمول کا حمل بنے گا پھر اس سے بچہ پیدا ہوگا اور جنم دینے کے اعتبار سے تو یہ تیسری عورت اس بچے کی ماں ہے جبکہ جنم پانے والے بچے کا باپ ایسا مرد ہے جس کا جنم دینے والی عورت سے کوئی قانونی وازدواجی تعلق ہرگز نہیں مگر جنم دینے والی کے پیٹ میں اسی مرد کا نطفہ پرورش پاتا رہا اور یہ نطفہ اس عورت کے اپنے شوہر کا بھی نہیں جبکہ شریعت ولادت کے حوالہ سے اس عورت کو مبنی برحق تسلیم کرتی ہے جس نے استقرارِ حمل اور بچوں کی ولادت کی غرض سے کسی مرد سے نکاح کیا ہو اور اس کے نطفہ کو اپنے رحم میں جگہ دی ہو۔ لیکن مندرجہ بالا صورت میں زنا کاری کا شبہ ہے۔ اگرچہ اسے براہِ راست زنا تو قرار نہیں دیا جاسکتا مگر مصنوعی طریقہ سے ایسا کرنا 'شبہ زنا' ضرور ہے جس سے بہرصورت اجتناب ضروری ہے۔

② جنم دینے والی عورت نے جس حمل کو طویل عرصہ برداشت کرنے کے بعد بچہ جنم دیا، اس حمل اور بچہ کی پیدائش کے سبب سے ابتدائی اور ضروری مرحلہ جس میں مرد وزن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نطفوں کا اختلاط ہوتا ہے، میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ نہ مردانہ نطفہ اس کے اپنے خاوند کا ہے اور نہ ہی زنانہ نطفہ اس کا اپنا۔ گویا یہ پہلی صورت سے بھی بدتر ہے!

③ اگرچہ قائم مقام ماں ایک معاہدۂ بیع کے تحت کسی شادی شدہ جوڑے کے بارآور بیضہ کو اپنے رحم میں پرورش کراتی ہے مگر حمل کے مختلف مراحل اور مشقتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ حاملہ ماں کے دل میں اس بچے (حمل) کی ایسی شدید محبت پیدا کر دیتے ہیں جو جنم دینے کے بعد گذشتہ تمام مشقات و مشکلات کو بھلا دیتی ہے اور نومولود کی محبت ہی اسے جنم دینے والی کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جنم دینے والی اس بچے کو نطفہ والی عورت کے سپرد ہی نہیں کرے گی جس سے نطفہ و حمل کی بیع متاثر ہوگی اور ایسے بے شمار عملی واقعات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں جن میں نومولود پر جھگڑا پیدا ہوا۔ جنم دینے والی یہ کہتی ہے کہ میں اس بچے کے بغیر مر جاؤں گی جبکہ نطفہ دینے والی کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ ہم نے نطفہ دینے کے علاوہ قیمت (معاوضہ) بھی ادا کی ہے۔ بہرحال ایسے جھگڑوں کا سدباب کرنے کے لئے مذکورہ صورت کو شروع ہی سے ناجائز قرار دیا جائے گا۔

④ 'قائم مقام مادریت' میں نطفے اور حمل کی بیع ہوتی ہے حالانکہ انسانی نطفے اور حمل کی بیع اسی طرح ناجائز ہے جس طرح آزاد انسان کی بیع ناجائز ہے۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں کئے جانے والے معاہدے اور قائم مقام مادریت کے تصور کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

⑤ قائم مقام مادریت سے اختلاط نسب، رضاعت و حضانت اور وراثت وغیرہ کے بے شمار پیچیدہ مسائل پیدا ہو جائیں گے، اس لئے اگر بالفرض کسی طرح اسے جائز بھی سمجھا جائے تو مذکورہ مسائل کے تدارک کے لیے 'سد ذرائع' کے اصول کے تحت اسے اسلامی معاشرہ میں ناجائز ہی قرار دیا جائیگا۔

⑥ قائم مقام مادریت سے شادی بیاہ کا نظام اور خاندانی زندگی کا سلسلہ درہم برہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوجائے گا۔اس لئے بھی اسے ناجائز ہی قرار دیا جائیگا۔

⑦ مالی منفعت کے لئے غیر شادی شدہ عورتیں بھی اپنے رحم کرائے (اجارہ) پر دینے پر آمادہ ہوجائیں گی۔جس سے بہت سے مسائل کھڑے ہوجائیں گے!

⑧ حمل سے بچنے کیلئے تندرست شادی شدہ عورتیں بھی دوسری عورتوں کا رحم حاصل کرنے لگیں گی!

⑨ اس طرح حرامی بچوں کی کثرت سے معاشرتی مسائل بھی پیدا ہوں گے۔

⑩ اس کے علاوہ اخلاقی قدریں بھی بری طرح پامال ہوجائیں گی اور مغربی ممالک میں تو یہ سب کچھ فی الواقع ہورہا ہے مثلاً جنوبی افریقہ کے ایک قصبہ 'زانین' کی 'پاٹ انٹونی' نامی ایک عورت نے اپنی ہی بیٹی 'کیرین' کے بارآور بیضہ کو عمل تنصیب کے ذریعہ اپنے رحم میں رکھوایا اور افزائشی مراحل کے بعد وقت مقررہ پر اسے جنم دیا۔(۱)

(۲) غیر منکوحہ کے بیضہ کی بارآوری:

اگر کوئی مرد اپنے نطفہ کا اختلاط ایسی عورت کے بیضہ کے ساتھ کراتا ہے جو اس کی بیوی (یا باندی) نہیں تو یہ اختلاط سراسر حرام ہے۔البتہ براہ راست زنا نہ ہونے کی وجہ سے حد زنا تو لاگو نہیں کی جاسکتی مگر زنا کے مشابہ ہونے کی وجہ سے تعزیری سزا ضرور دی جائے گی۔غیر منکوحہ کے بیضہ کو بارآور کرنا ہی چونکہ درست نہیں، اس لئے اس کے اگلے مراحل بھی ناجائز متصور ہوں گے اور ایسا بچہ 'ولد الزنا' قرار پائے گا۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۲۳)

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، لہذا اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو، آؤ''

اسی طرح ایک حدیث میں ہے:

"لایحل لامرئ یومن باللہ والیوم الآخران یسقی ماء ہ زرع غیرہ یعنی

(۱) [جدید حیاتیاتی علوم اور اسلام (ص ۱۰۲) ط۔ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتیان الحبالیٰ. ولایحل لامرئ یومن باللہ والیوم الآخر ان یقع علی امرأۃ من السبی حتی یستبرئھا"(۱)

''اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لائق نہیں کہ وہ اپنے پانی سے غیر کی کھیتی (حمل) کو سیراب کرے''۔۔۔راوی کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کی مراد یہ تھی کہ غیر سے حاملہ ہونیوالی عورت سے ہمبستری جائز نہیں۔۔۔نیز آپؐ نے فرمایا:۔۔۔ ''اور اسی طرح اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے شخص کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کسی باندی سے استبراءِ رحم سے پہلے جماع کرے۔''

اس لئے اپنی بیوی کے بیضہ کو بارآور کرنا تو اپنی ہی کھیتی کو سیراب کرنے کے مترادف ہے جبکہ غیر عورت کے بیضہ کو بارآور کرنے کی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کی ماں وہ عورت ہوگی جو اس بچے کے باپ کی بیوی اور کھیتی نہیں تھی۔ اس لئے یہ صورت جائز نہیں بلکہ شبہ زنا ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

(۳) غیر شوہر کے نطفہ سے اختلاط:

یہ مذکورہ بالا صورت (۲) ہی کی برعکس صورت ہے یعنی اگر عورت کے خاوند کا مادۂ تولید پیدا نہ ہوتا ہے تو اس کی جگہ کسی دوسرے مرد کا نطفہ حاصل کرکے بانجھ مرد کی بیوی کے بیضے کے ساتھ ٹیسٹ ٹیوب میں بارآوری کرانا اور پھر اس بارآور بیضہ کو بانجھ مرد ہی کی بیوی کے رحم میں منتقل کردینا۔ مگر یہ صورت بھی سراسر ناجائز اور مشابہ زنا ہے اور زنا کاری کی اس رسم قبیح کے مشابہ ہے جس میں دورِ جاہلیت کے عرب لوگ اپنی عورتوں کو دوسرے مردوں سے حمل ٹھہرانے کے لئے ان کے پاس کچھ دنوں کے لئے بھیج دیتے۔ مگر اسلام اس بے غیرتی و زنا کاری اور اس کے مشابہہ کسی بھی صورت کو برداشت نہیں کرتا۔ اس کی تفصیل ''مصنوعی تخم ریزی کی قبیح صورتوں'' کے ضمن میں گذر چکی ہے۔

(۱) [ابوداؤد: کتاب النکاح: باب فی وطء السبایا...(۲۱۵۸)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'قائم مقام مادریت' کی ایک جائز صورت

اگر کوئی شادی شدہ عورت اپنے خاوند کے نطفہ سے بارآور ہوسکتی ہے مگر رحم کے ارتقائی مراحل میں کسی نقص یا مرض کی وجہ سے اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو تو ایسی صورت میں ان دونوں کا بارآور نطفہ کسی تیسری اجنبی عورت کے رحم میں رکھنا تو شبہ زنا اور اختلاطِ نسب وغیرہ کی وجہ سے جائز نہیں لیکن اگر یہ تیسری عورت، بانجھ عورت کی سوکن یعنی اس کے خاوند ہی کی دوسری بیوی ہو یا بن جائے اور یہ پہلی بانجھ عورت کے بارآور نطفہ کو اپنے رحم میں رکھنے کے لئے تیار بھی ہو تو اس کی خدمات حاصل کرنے میں کوئی شرعی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔ مثلاً زید نے خدیجہ نامی عورت سے شادی کی پھر ایک عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ خدیجہ بانجھ ہے۔ پھر زید نے جمیلہ نامی عورت سے دوسری شادی کرلی (یا زید نے جمیلہ سے پہلے سے شادی کی ہو)۔ زید اور خدیجہ کے نطفے ٹیسٹ ٹیوب میں بارآور ہوسکتے ہیں مگر خدیجہ کے رحم میں کوئی نقص ہے جس کی وجہ سے بارآور بیضہ ارتقائی مراحل طے نہیں کرسکتا۔ اس صورت میں زید ہی کی دوسری بیوی جمیلہ کسی طرح اس بات پر آمادہ ہوجاتی ہے کہ وہ زید اور خدیجہ کے بارآور بیضہ کو اپنے پیٹ میں نمو کے مراحل طے کرا کے جنم دے گی تاکہ خدیجہ کی گود بھی ہری ہوجائے۔ اس طریقۂ تولید میں درج ذیل مسائل پیدا ہوں گے:

① کیا ایسا کرنا جائز ہے جبکہ خدیجہ و جمیلہ ایک ہی شخص کی دو بیویاں ہیں؟

② بچے کا باپ تو ایک ہی (زید) ہوگا مگر اس کی حقیقی ماں کون ہوگی؟

③ وراثت وغیرہ کے مسائل کی کیا صورت نکلے گی؟

جوابات

❶ ایسا کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ اگرچہ جمیلہ قائم مقام ماں بن رہی ہے، مگر قائم مقام مادریت کے حوالہ سے جو قبیح صورتیں پیدا ہوتی ہیں (گذشتہ صفحات میں ان پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبصرہ کر دیا گیا ہے)، ان میں سے کوئی قبیح صورت بھی یہاں موجود نہیں۔ مثلاً قائم مقام مادریت کی سب سے بڑی قبیح صورت تو یہ تھی کہ اس طرح پیدا ہونے والے بچے کا باپ قانونی وشرعی لحاظ سے قائم مقام ماں کا خاوند نہیں ہوتا اور شبہ زنا کی صورت پیدا ہو جاتی ہے مگر مذکورہ (جائز) صورت میں ایسا نہیں بلکہ نومولود کا باپ بھی وہ ہے جو جنم دینے والی (جمیلہ) کا قانونی شوہر بھی ہے اس لئے اس میں زنا کاری کا کوئی عنصر نہیں ہے۔

● حقیقی ماں کون: والدہ یا صاحبہ نطفہ؟ اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ نومولود کا باپ زید ہی ہے، البتہ اس کی حقیقی ماں کون ہوگی؛ خدیجہ (صاحبہ نطفہ) یا جمیلہ (جنم دینے والی)؟ اس کے جواب کے لئے قدرے تفصیل مطلوب ہے:

قرآن مجید میں 'ماں' کے لئے دو لفظ مستعمل ہیں ایک 'والدۃ' اور دوسرا 'امّ'.....لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو والدہ کا اطلاق صرف اس عورت پر ہوتا ہے جو بچے کو جنم دیتی ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے:

(۱) ﴿إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ﴾ (المجادلہ:۲)

"ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا" (یعنی جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے)

(۲) ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرہ: ۲۳۳)

"اور مائیں (یعنی جنم دینے والیاں) اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں۔"

ان آیات میں جنم دینے والی کو حقیقی ماں قرار دیا گیا ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں نومولود کی حقیقی ماں جمیلہ ہوگی جس نے بچے کو جنم دیا ہے نہ کہ خدیجہ جو صاحبہ نطفہ تھی۔

اس پر یہ اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ باپ کو عربی میں 'والد' بھی کہا جاتا ہے، حالانکہ باپ تو جنم نہیں دیتا بلکہ اسے محض صاحب نطفہ ہونے کی وجہ سے والد (باپ) کہا جاتا ہے تو پھر مذکورہ صورت میں صاحبہ نطفہ (خدیجہ) کو حقیقی والدہ کیوں قرار نہیں دیا جا سکتا؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ مرد فی الواقع بچے کو جنم نہیں دیتا، اس لئے شوہر اور صاحب نطفہ ہونے کی وجہ سے مجازی طور پر اسے 'والد' کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ساخت بچے جننے والی نہیں بنائی مگر عورت کی جسمانی ساخت ہی چونکہ بچے جننے کے قابل بنائی گئی ہے لہٰذا ماں کی طرف تو ولادت کی نسبت حقیقی ہے اور مجازی نسبت کی ضرورت نہیں جبکہ باپ کی طرف ولادت کی نسبت حقیقی ہو نہیں سکتی اس لئے اس کی طرف مجازی نسبت ناگزیر ہے۔ چونکہ مذکورہ صورت میں دو عورتوں کے درمیان اس بات پر اختلاف رائے پیدا ہوتا ہے کہ حقیقی ماں کسے قرار دیا جائے تو قرآن کی رو سے حقیقی ماں اسے ہی قرار دیا جاسکتا ہے جس نے بچہ کو جنم دیا ہے، دوسری کو ہرگز نہیں خواہ دوسری نے نطفہ دیا ہو یا ولادت کے بعد دودھ پلایا ہو۔ تاہم انہیں بالترتیب نسبی اور رضاعی مائیں قرار دیا جائے گا۔ اور اس مناسبت سے رضاعی ماں یا صاحب نطفہ ماں کے حوالے سے رشتوں کی حرمت اسی طرح ہوگی جس طرح نسبی (حقیقی) ماں سے ہوتی ہے۔ کیونکہ حدیث نبوی ہے:

''یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب''(١)

''رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب (خون) سے حرام ہوتے ہیں''

قرآن مجید میں ماں کے لئے دوسرا لفظ 'اُمّ' استعمال کیا گیا ہے جو والدہ سے وسیع تر مفہوم کا حامل ہے یعنی 'اُم' سے مراد حقیقی والدہ بھی ہوسکتی ہے اور 'اُم' سے مراد نانی، پڑنانی اور دادی، پڑدادی بھی۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ قرآن مجید خصوصی طور پر اسے ہی ماں قرار دیتا ہے جو حمل اور جنم کی مشقت اٹھاتی ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(١) ﴿إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ﴾ (المجادلہ:٢)

''ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا''..... (یعنی جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے ہیں)

---

(١) [صحیح البخاری، کتاب الشهادات: باب الشهادة علی الانساب۔۔۔(٢٦٤٥)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) ﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ (الاحقاف:۱۵)

''اس کی ماں نے تکلیف جھیل کر اسے (اپنے پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنم دیا۔''

ان آیات سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حقیقی ماں وہی ہے جو بچے کو جنم دیتی ہے نہ کہ وہ جس کا محض نطفہ تھا۔ یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ نزولِ قرآن کے دور میں تو موجود سائنسی صورتیں پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے اس وقت جنم دینے والی ہی کا نطفہ ہوتا، وہی حمل اٹھاتی اور بالآخر بچے کو جنم دیتی تھی۔ لہٰذا قرآنی آیات سے موجودہ سائنسی صورتوں کے لئے استدلال واستنتاج چہ معنی دارد؟

مذکورہ بالا اعتراض درست نہیں، اس لئے کہ قرآنی الفاظ منزل من اللہ ہیں، اس لئے ان الفاظ کی روشنی میں تاقیامت پیش آنے والے مسائل میں اجتہاد کیا جاسکتا ہے۔ اِلا یہ کہ وہ اجتہاد دیگر شرعی نصوص سے متعارض ومتصادم نہ ہو۔ علاوہ ازیں عہد نبوی کے بعض واقعات سے بھی اس اجتہاد کی تائید ہوتی ہے کہ حقیقی ماں وہی ہے جو نطفے کی رحم میں پرورش کر کے جنم دیتی ہے اور محض نطفے کو بنیاد بنا کر اس نسبت کو منقطع نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں درج ذیل واقعہ نہایت اہمیت کا حامل ہے:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ 'زمعہ' کی باندی کا بچہ میرے نطفہ سے ہے، اس لئے تم اسے اپنے قبضہ میں کر لینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا، سعد بن ابی وقاص نے اس بچے کو اُٹھالیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی (عتبہ) کا بچہ ہے اور انہوں نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی۔ جبکہ عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ بالآخر دونوں حضرات یہ مقدمہ لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سعدؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ''یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے ہی انہوں نے اس کے بارے میں وصیت کی تھی۔ پھر عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے اور میرے باپ ہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے (دونوں طرف سے بیان سننے کے بعد) فرمایا: کہ اے عبد بن زمعہ! یہ لڑکا تمہارے پاس رہے گا، پھر آپؐ نے فرمایا کہ بچہ اس کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کیلئے پتھروں کی سزا (رجم) ہے۔ پھر آپؐ نے حضرت سودہؓ (جو حضور کی بیوی، عبد کی بہن اور اب اس لڑکے کی بھی بہن بنتی تھیں) سے فرمایا کہ اس لڑکے (یعنی اپنے قانونی بھائی) سے پردہ کرنا (آپ نے یہ حکم اس لئے دیا تھا) کیونکہ آنحضرتؐ اس لڑکے میں (زمعہ کی بجائے) عتبہ کی مشابہت محسوس کرتے تھے۔ (پھر حضرت سودہؓ کے پردہ کرنے کی وجہ سے) اس لڑکے نے اُنہیں مرتے دم تک نہیں دیکھا۔''(۱)

اور جدید سائنسی تحقیقات سے معلوم ہو چکا ہے کہ جس آدمی کا نطفہ ہو، بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے، اور یہ بچہ عتبہ ہی کے مشابہ تھا جیسا کہ ایک اور روایت میں اس کی صراحت کچھ اس طرح ہے کہ

" فنظر رسول اللهؐ الیٰ شبهه فرأی شبهابینابعتبة "(۲)

''اللہ کے رسول ﷺ نے اس بچے کی شکل وصورت دیکھی تو وہ صاف عتبہ ہی سے ملتی تھی''

مگر اس مشابہت کے باوجود آنحضرتؐ نے نطفے کا کوئی اعتبار نہ کیا اور نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیتے ہوئے اسے عبد بن زمعہ کے سپرد کر دیا کیونکہ اس کے باپ کے گھر اور بستر پر اس بچے نے جنم لیا تھا۔ ایسا کیوں کیا گیا اس کی بے شمار حکمتیں ہیں جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں، البتہ سردست یہ استشہاد مقصود ہے کہ ہر جگہ نطفے کا اعتبار ضروری نہیں۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض مسائل ذوجہتین ہوتے

(۱) [بخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبهات:(۲۰۵۳)]

(۲) [بخاری: کتاب البیوع: باب شراء المملوك من الحرب ---(۲۲۱۸)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور بیک وقت ان میں دو متضاد حکم پائے جاتے ہیں مثلاً حضرت سودۃ کو اس مشتبہ بچہ کی قانونی بہن بھی بنا دیا گیا اور شبہ کی وجہ سے اس سے پردے کا حکم بھی دیا گیا حالانکہ بہن کا بھائی سے کیا حجاب؟!

ہماری بیان کردہ مثال میں خدیجہ کے نطفہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ حمل وجنم کے مراحل سے گزرنے والی جمیلہ کو حقیقی ماں قرار دیا جائے گا جبکہ مسئلہ کے ذوجہتین ہونے کی وجہ سے خدیجہ بھی نومولود کی ماں ہوگی۔ علاوہ ازیں خدیجہ وجمیلہ دونوں کا ایک ہی شوہر کی منکوحہ ہونے کا قرینہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ البتہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدیجہ اپنا نطفہ دینے کے باوجود نومولود کی حقیقی ماں نہیں بن سکتی تو اسے اتنے پاپڑ بیلنے کی کیا ضرورت؟ ویسے ہی جمیلہ کا کوئی ایک بچہ گود لے لے! اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ خدیجہ کی حصولِ اولاد کی خواہش کما حقہ پوری تو نہ ہوئی مگر اپنا نطفہ بارآور کرانے کی وجہ سے وہ نومولود کو اپنا ہی بچہ سمجھ کر پرورش کرے گی اور یہی نطفہ دینا اس کے قلبی اطمینان کا ذریعہ بنا رہے گا۔

❶ نومولود کی حقیقی ماں تو جمیلہ (جنم دینے والی) ہے جبکہ خدیجہ تقریباً سوتیلی ماں کے حکم میں ہوگی۔ لہٰذا نسب، ولایت اور وراثت وغیرہ کے مسائل اسی طرح طے کئے جائیں گے جس طرح جمیلہ کے اپنے نطفے اور اپنے ہی پیٹ سے پیدا ہونے والے دوسرے بچوں کے طے کئے جائیں گے۔ گویا اس میں نسب و وراثت وغیرہ کے نئے مسائل پیدا نہیں ہوں گے بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک مرد کی دو بیویاں ہوں اور ایک سے اولاد ہو جبکہ دوسری بانجھ۔ مگر پہلی کی اولاد کے لئے بانجھ بیوی، سوتیلی ماں کا درجہ رکھتی ہے اگرچہ وہ پہلی کا کوئی بچہ اپنی گود میں لے لے۔

❁ .... ❁ .... ❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا طریقہ: کلوننگ (Cloning)

کلوننگ کیا ہے؟

کلوننگ کی تعریف کے حوالہ سے ڈاکٹر عبدالرؤف شکوری اپنی کتاب ''کلوننگ؛ ایک تعارف'' میں رقم طراز ہیں کہ

''کلوننگ کے لغوی معنی ہیں، ایک ہی طرح کی چیزیں بنانا یا پیدا کرنا مثلاً عام فہم زبان میں دو مثالیں دی جاسکتی ہیں یعنی کلوننگ اس طرح کا عمل ہے جس طرح کسی مسودہ کی، فوٹو کاپی مشین کے ذریعے بہت ساری ایک ہی جیسی کاپیاں بنائی جاسکتی ہوں یا کسی آڈیو یا ویڈیو ٹیپ کی، ریکارڈر کی مدد سے بہت سی کاپیاں بنائی جاسکتی ہوں۔ ان کاپیوں میں وہی الفاظ، وہی سر، وہی اُتار چڑھاؤ، وہی خامیاں، وہی خوبیاں پائی جائیں گی جو کہ اصل مسودے یا ٹیپ میں ہوں گی۔ اس طرح جو کاپیاں حیاتیاتی عمل کے ذریعے بنتی ہیں یا بنائی جاتی ہیں، وہ کلوننگ کے زمرے میں آتی ہیں۔

اس عمل سے نہ صرف ایک ہی طرح کے سالمے بلکہ پودے اور جانور بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ اس لحاظ سے اوّل الذکر کو مالیکیولر کلوننگ (Molecular Cloning) یا 'سالمی کلوننگ' اور مؤخر الذکر کو (Animal Cloning) یا 'حیوانی کلوننگ' کہا جاتا ہے۔ یعنی حیاتیات کی زبان میں کلوننگ کا عمل جنسی طریقۂ تولید سے ہٹ کر ہے۔ جانوروں اور پودوں میں غیر جنسی طریقے سے پیدا کرنے کو کلوننگ (Cloning) کہتے ہیں۔ کیونکہ غیر جنسی طریقۂ تولید سے بننے والے جاندار جنسیاتی خصوصیات، شکل و شباہت میں بالکل ویسے ہوتے ہیں جن سے وہ وجود میں آتے ہیں، چنانچہ اسے ہم کلون Clone کہیں گے۔''(۱)

(۱) [(کلوننگ؛ ایک تعارف از ڈاکٹر عبدالرؤف شکوری (ص ۴۸، ۴۹)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی کلوننگ کے فوائد، نقصانات اور اس سے متعلقہ دیگر مسائل پر بحث وتمحیص سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نباتات اور حیوانات میں ہونے والی کلوننگ اور اس کے اَن گنت فوائد پر بھی روشنی ڈال دی جائے کہ جن سے نوعِ انسانی ایک عرصہ سے مستفید ہوتی چلی آرہی ہے۔ علاوہ ازیں انسانی کلوننگ کی بنیاد بھی انہی سے فراہم ہوئی ہے۔

نباتاتی کلوننگ

نباتاتی کلوننگ کا عمل پودوں میں کیا جاتا ہے تاکہ اعلیٰ اور من پسند نسل کے پودے تیار کئے جاسکیں جو بڑی تعداد میں پھل، پھول، اناج اور ایندھن فراہم کرکے بڑھتی ہوئی انسانی ضروریات کو پورا کرسکیں جبکہ ان کی کاشت کاری کے اخراجات عام کاشت کاری کی بنسبت انتہائی اَرزاں ہوں۔ اس سلسلہ میں مختلف پودوں کے خلیات اور ان میں موجود جینز (Genes) کی جینیاتی انجینئرنگ کے ذریعے کلوننگ کرکے مطلوبہ پودوں کے خلیات میں انہیں منتقل کرکے ناقابل بیان حد تک فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔ چونکہ نباتاتی کلوننگ فی الحال ہمارے موضوع سے خارج ہے، اس لئے آئندہ سطور میں صرف اس کے چند اہم فوائد اُجاگر کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔

نباتاتی کلوننگ کے فوائد

(i) زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے جینیاتی انجینئرنگ کی مدد سے ایسی اقسام کے پودے تیار کئے جاسکتے ہیں جو موسمی اور دوسرے ناموافق حالات کا مقابلہ کرسکتے ہیں اور اس طرح وہ اُن نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں جن کی وجہ سے زراعت کی پیداوار میں کمی واقع ہوتی ہے۔

(ii) جینیاتی انجینئرنگ کی مدد سے ایسے پودے بنائے جاسکتے ہیں جنہیں بیرونی خوراک کے اجزا (مثلاً کھاد) یا مدافعاتی کیمیکلز (مثلاً کیڑے مار ادویات) کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔ اس طریقہ سے فصل اُگانے پر جو اخراجات اُٹھتے ہیں، ان میں خاصی کمی واقع ہوجاتی ہے بلکہ ماحول کی پراگندگی سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(iii) ایسی خصوصیات کے پودے تیار کئے جاسکتے ہیں جو سیم وتھور زدہ زمین میں بھی بآسانی اگائے جاسکتے ہیں۔

(iv) انتہائی سرد علاقوں (جہاں درجہ حرارت نقطۂ انجماد کو پہنچ جاتا ہے)، انتہائی گرم علاقوں (صحراؤں، ریگستانوں) اور انتہائی آندھی وطوفان زدہ علاقوں میں حسب خواہش ایسے پودوں کی کاشت کو یقینی بنانے کے تجربات بھی ہورہے ہیں جو ماحول کی شدت برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔

(v) مختلف قسم کے پھولوں اور پودوں کے خلیات میں جدید پیوند کاری کے ذریعے نت نئے، رنگا رنگ پھول اور نئی اقسام کے ذائقہ دار پھل بھی تیار کئے جاسکتے ہیں۔

یادرہے کہ مذکورہ بالا صورتیں عملی تجربات سے گزر کر واقعاتی دنیا میں آچکی ہیں۔ حتیٰ کہ اب ترقی پذیر ممالک بھی نباتاتی جینیاتی انجینئرنگ سے استفادہ کررہے ہیں اور مزید استفادہ کی کوششیں جاری ہیں۔

حیوانی کلوننگ

حیوانی کلوننگ کی انتہائی ترقی یافتہ شکل تو یہ ہے کہ نر و مادہ کے ملاپ کے بغیر ایک ہی جانور سے اس کی ہو بہو نقل کا صحیح سالم جانور تیار کرلیا جائے۔ ایسا کس طرح کیا جاتا ہے اور یہ کیونکر ممکن ہوا، اس کے بیان کے لئے قدرے تفصیل مطلوب ہے۔ علاوہ ازیں انسانی کلوننگ سے متعلق مسائل کا سمجھنا بھی اسی پر موقوف ہے۔

جانداروں میں فطرتی وقدرتی طور پر عمل تولید کے دو طریقے کارفرما ہیں: ایک جنسی طریقۂ تولید اور دوسرا غیر جنسی طریقۂ تولید..... جنسی تولید میں نر کا نطفہ (Sperm) اور مادہ کا نطفہ (بیضہ) ملنے سے ایک بارآور بیضہ (Zygote) حاصل ہوتا ہے اور یہی ارتقا ونمو کے مختلف مراحل طے کرکے مکمل بچہ بن جاتا ہے۔ مرد وزن کے نطفوں میں موجود ہر جرثومہ ایک مکمل تولیدی خلیہ ہوتا ہے۔ جبکہ غیر جنسی طریقۂ تولید میں یہی جنسی خلئے حصہ نہیں لیتے بلکہ غیر جنسی خلیہ خود ہی اپنے جیسے دوسرے جاندار کو بنانے کی صلاحیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہے۔ گویا جنسی و غیر جنسی دونوں طریقہ ہائے تولید میں مرکزی اہمیت خلیہ کو حاصل ہوتی ہے اور خلیہ ہی تمام نباتات اور حیوانات کے جسم کی بنیادی اکائی ہے۔ اگرچہ بعض جاندار ایک ہی خلیہ پر مشتمل ہوتے ہیں مگر اکثر و بیشتر جاندار ایک سے زیادہ خلیوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک انسانی جسم میں اوسطاً دس کھرب خلیہ موجود ہوتے ہیں جو سب مل جل کر کام کرتے ہیں۔ یہ خلیے آپس میں مل کر بافتیں (Tissues) بناتے ہیں اور بافتیں مل کر عضو (Organs) اور عضو مل کر کسی بھی انسانی نظام (انہضام، تنفس وغیرہ) کی تشکیل کرتے ہیں اور انہی پر انسانی زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔

ہر خلیے (Cell) میں ایک مکمل کارخانے کی طرح نظام چلتا ہے جس میں بے شمار چیزیں کیمیائی عمل سے گزر کر زندگی کو جاری و ساری رکھتی ہیں۔ ہر خلیے میں ایک چھوٹی سے چوکور یا گول گیند ہوتی ہے جسے مرکزہ Nucleus کہا جاتا ہے اور یہی مرکزہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے جو پورے خلیہ کے کیمیائی عمل کو کنٹرول کرتا ہے۔ اگر اسے نکال دیا جائے تو باقی خلیہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اس مرکزہ میں دھاگہ نما ساختیں ہوتی ہیں جنہیں کروموسوم Chromosome کہا جاتا ہے اور ان کے اندر جاندار کی نشوونما، رنگ و شکل اور عادات و خصوصیات وغیرہ سے متعلق تمام تفاصیل و معلومات درج ہوتی ہیں۔ ہر جاندار خلیہ کے اندر کروموسوم کی اپنی مخصوص تعداد طے ہوتی ہے مثلاً انسان میں 46، مکھی میں 8، بلی میں 38، مرغی میں 78 کروموسوم موجود ہوتے ہیں۔ جس طرح ہمارا جسم گوشت اور ہڈیوں سے مل کر بنا ہوتا ہے، اسی طرح یہ کروموسوم DNA نامی ایک مادے سے بنے ہوتے ہیں جسے جینیاتی مادہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس مادے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر یہ اپنے جیسے مزید ٹکڑوں کو بنا سکتا ہے یعنی دو سے چار، چار سے آٹھ اور آٹھ سے سولہ.....

DNA کے ہر متفرق ٹکڑے یا حصے کو جین (Gene) کہا جاتا ہے اور ہر جاندار میں جس خصلت، شکل یا فعل کے جین ہوں گے، وہ جاندار اسی خصلت، شکل اور فعل کی عکاسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے گا، مثلاً کسی کا قد چھوٹا یا لمبا ہے تو اس لئے کہ اس کے جینز میں ایسی ہی خصوصیت تھی۔ کسی کے بال سرخ یا بھورے ہیں یا رنگت، سرخ وسفید، گندمی یا انتہائی سیاہ ہے تو ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ اس کے جینز کی خصوصیت ہی ویسی تھی۔ یہاں نباتاتی کلوننگ کے حوالے سے اب یہ بات سمجھنا آسان ہوگا کہ گرم علاقے کے پودوں کو سرد علاقوں میں کاشت کے قابل کیسے بنالیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سرد علاقوں میں پائے جانے والے پودوں کے وہ جینز جو سردی کے خلاف قوت مدافعت رکھتے ہیں، انہیں گرم علاقے کے پودوں میں داخل کردیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ پودا سرد علاقے میں بھی کاشت کاری کے قابل ہوجاتا ہے جبکہ اس کی پیداوار وہی ہوتی ہے جو گرم علاقے میں حاصل کی جاتی ہے۔

جین کلوننگ کا طریقۂ کار

جین کلوننگ کے لئے DNA کا وہ ٹکڑا یا وہ جین جس کی مزید کاپیاں (کلوننگ) کرنا مقصود ہو، اسے ایک اور DNA کے گول سالمہ جو ویکٹر (Vactor) کہلاتا ہے، کے اندر مصنوعی طریقے سے جوڑ دیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں جو مرکب سالمہ تشکیل پاتا ہے وہ Recombinant DNA کا سالمہ کہلاتا ہے۔ ویکٹر خاص طور پر جین کو میزبان خلیہ کے اندر منتقل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ میزبان خلیہ عام طور پر بکٹیریم ہوتا ہے مگر بکٹیریا کی بجائے دوسرے زندہ خلیے بھی اس کے لئے استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ میزبان خلیے میں ویکٹر کی تقسیم ہوتی ہے اور اس طرح میزبان خلیہ نہ صرف اپنے جیسے بے شمار دوسرے خلئے بنالیتا ہے بلکہ وہ جین جو اس کے اندر ڈالی گئی ہوتی ہے، اس کی بھی ہو بہو نقول بن جاتی ہیں اور یہی نقول 'کلون' کہلاتی ہیں۔ گویا جین کلوننگ میں مختلف خصوصیات کے جین حاصل کرکے انہیں دوسرے جانداروں کے خلیوں میں منتقل کیا جاتا ہے تاکہ انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مطلوبہ خصوصیات کے حامل پودے اور جانور حاصل کئے جاسکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پودوں کے چند فوائد اس سے قبل ذکر کئے جا چکے ہیں اور اب جینیاتی کلوننگ کے ذریعے پیدا کئے جانے والے جانوروں کے چند اہم فوائد تحریر کئے جاتے ہیں۔

حیوانی کلوننگ کے فوائد

(i) مذکورہ حیاتیاتی تکنیک کے ذریعے ایسی دودھ دینے والی گائے اور بھیڑیں پیدا کی گئی ہیں جن کے دودھ میں انسانی لحمیات موجود ہوتی ہیں۔ یہ لحمیات براہِ راست بھی استعمال کی جاسکتی ہیں اور انہیں بآسانی دودھ سے الگ کر کے بھی استعمال کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔

(ii) چند سال پہلے تک بہت ساری بیماریوں کے علاج کے لئے مطلوبہ ادویات بھیڑ بکریوں اور سؤر وغیرہ سے بنائی جاتی تھیں مثلاً ذیابیطس کے مریضوں کے لئے انسولین بھیڑ بکریوں یا سؤر کے لبلبے سے حاصل کی جاتی تھی۔ کسی اور دوائی کے نہ ہونے کی وجہ سے یہی بہت بڑی غنیمت تھے مگر اس کے دو مضمرات تھے: ایک یہ کہ چونکہ یہ جانوروں سے حاصل کی جاتی تھی۔ اس لئے بہت سارے مریضوں کو یہ موافق نہیں آتی تھی اور اکثر الرجی ردّعمل (Allergic reaction) کی شکایت رہتی تھی اور دوسرا یہ کہ یہ ادویات کافی مہنگی پڑتی تھیں جب کہ اب جینیاتی انجینئرنگ سے یہ ممکن ہوگیا ہے کہ انسولین کا انسانی جین بکٹیریم کے اندر ڈال کر انسولین حاصل کی جاسکے۔ یہ انسولین جسے ہیومولن Humulin کہا جاتا ہے، نہ صرف انسانوں کے عین موافق ہے بلکہ پہلی دوائیوں کی نسبت سستی بھی ہے۔ کیونکہ یہ انسولین حاصل کرنے کے لئے بھیڑ بکریاں وغیرہ ذبح بھی نہیں کرنا پڑتیں بلکہ انسولین کا جین خون میں موجود سفید خلئے (WBC) میں سے الگ کرلیا جاتا ہے اور پھر پلازمڈ میں ڈال کر بکٹیریم میں ڈال دیا جاتا ہے۔ باقی کا کام بکٹیریم خود بخود کرتا اور ہمیں انسولین بنا کر دے دیتا ہے۔ اس طریقہ کار سے بہت ساری ادویات سستی اور بآسانی تیار کی جاچکی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(iii) جینیاتی انجینئرنگ کی مدد سے طب و زراعت کے علاوہ صنعتی میدان میں بھی بے شمار فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں، مثلاً:

ا) بہت سارے کیمیکل جنہیں کیمیائی طریقہ کار سے بنایا جاتا ہے، اب سستے داموں بآسانی بنائے جاسکتے ہیں، مثلاً (Polyethylenegiycol) جس کا استعمال ہماری بہت ساری مصنوعات کا حصہ ہے، جینیاتی انجینئرنگ سے جلدی اور کافی سستا بنایا جاسکتا ہے۔

ب) تیل کی تلاش کے دوران بعض اوقات تیل گاڑھا ہونے کی وجہ سے تیل کے کنویں بند کردیئے جاتے ہیں کیونکہ وہاں سے تیل نکالنا معاشی نقطۂ نظر سے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتا۔ ان حالات میں ایسے بیکٹیریا تیار کئے جاسکتے ہیں جو تیل کی لمبی ہائیڈروجن زنجیروں کو توڑ کر چھوٹی زنجیروں میں تبدیل کردیں اور اس طرح تیل کے پتلا ہوجانے کی وجہ سے اسے بآسانی انہی کنوؤں میں سے نکالا جاسکتا ہے۔

ج) ماحولیاتی آلودگی کو صاف کرنے کے لئے جینیاتی طریقہ سے تیار شدہ بکٹیریا سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس عمل کو Biaremediation کہا جاتا ہے۔

حیوانی کلوننگ کی ترقی یافتہ شکل

اس سے مراد حیوانی کلوننگ کی وہ شکل ہے جس میں دو حیوانوں کے غیر جنسی خلئے مصنوعی طریقہ سے حاصل کرکے ملائے جاتے ہیں پھر بارآور ہونے کے بعد اسے مادّہ حیوان کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے۔ جہاں سے ارتقائی مراحل کے بعد مکمل شکل کا حیوانی بچہ پیدا ہوجاتا ہے۔ پہلے یہ طریقہ مینڈکوں اور چوہوں پر کیا جاتا رہا اور اب یہ گائے اور بھیڑ بکریوں میں کیا جارہا ہے۔ سب سے پہلے ۲۲ر فروری ۱۹۹۷ء کو روزلن انسٹیٹیوٹ، ایڈ بزا (سکاٹ لینڈ) کے ۵۲ سالہ ڈاکٹر آئن ولمٹ (Dr. Ian Wilmut) اور ڈاکٹر کیتھ کیمبل (Dr. Keith Campbell) کی زیر قیادت سائنسدانوں کی ایک ٹیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ڈولی (Dolly) نامی بھیڑ کی ایک ہو بہو نقل بنا کر دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ یہ بھیڑ کس طرح تیار کی گئی اس کی تفصیل ہم ڈاکٹر عبدالرؤف شکوری کی کتاب 'کلوننگ ایک تعارف' (ص ۶۹ تا ۷۲) سے پیش کر رہے ہیں:

① ایک چھ سالہ مادہ بھیڑ کے پستانیہ (Udder) سے خلیے الگ کئے گئے۔ یہ خلیے غیر جنسی تھے، ان کو تجربہ گاہ کے اندر اس طرح کلچر کیا گیا کہ یہ خوراک سے محروم رکھے گئے تاکہ خلیے تقسیم نہ ہو سکیں، اس مقصد کے لئے مخصوص خوراک اور درجہ حرارت کا اہتمام کیا گیا۔ ان تمام موافق حالات میں خلیوں نے اپنی تعداد میں 'مائی ٹوسس کے عمل تقسیم' کے ذریعے اضافہ شروع کر دیا۔ یعنی مائی ٹوسس کا عمل شروع ہو گیا، یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ مائی ٹوسس کے عمل کے دوران دودھ کے غدود کے خلیوں میں تمام کروموسوم موجود ہیں، جن کی تعداد اتنی ہے جتنی کہ بھیڑ کے جسم کے کسی اور حصے میں ہوگی۔ (ماسوائے مادہ میں انڈوں اور نر میں سپرم کے)۔ جب کافی تعداد (یا مقدار) میں خلیے تیار ہو گئے تو ان کی خوراک میں ۲۰ گنا کمی کر دی گئی۔ خوراک کی کمی کی صورت میں تمام جینز جو پہلے خاموش یا عارضی طور پر ناکارہ ہو گئے، دوبارہ کارآمد ہو گئے۔

② دوسری بھیڑ کے انڈے میں سے مرکزہ نکال لیا گیا۔

③ اب اس انڈے (جس میں سے مرکزہ نکالا جا چکا ہے) کو پہلی بھیڑ کے دودھ کے غدود کے کلچر کئے ہوئے خلیوں سے ملا دیا گیا یا دوسرے لفظوں میں ایک دوسرے سے ضم کر دیا گیا۔ یہ ملاپ بجلی کے کرنٹ کے ذریعے کیا گیا۔ ان ضم شدہ خلیوں کو پھر ایک تیسری بھیڑ کے رحم (Uterus) میں رکھ دیا گیا۔ چونکہ تیسری بھیڑ صرف زائیگوٹ کو اپنے رحم کے اندر بڑھنے اور نشوونما کا قدرتی ماحول مہیا کرتی ہے، (اس لئے) اس کو اُدھار کی ماں (Foster Mother) بھی کہتے ہیں۔ مقررہ مدت کے بعد جو بچہ اس تیسری بھیڑ سے پیدا ہوا، اس کی شکل اس بھیڑ سے ملتی جلتی تھی جس سے دودھ کے غدود کا خلیہ لیا گیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ اس بھیڑ کے بچے کی جینیاتی معلومات پہلی بھیڑ سے لی گئی تھیں (اس لئے) یہ بچہ ہو بہو پہلی بھیڑ سے ملتا ہے۔ لہٰذا اس کو اس کا 'کلون' کہیں گے۔

انڈے میں سے مرکزہ نکالنے کا صرف مقصد یہ تھا کہ اس کے اندر موجود DNA جو دوسری بھیڑ کی مخصوص موروثی خصوصیات کو کنٹرول کرتا ہے، کو ختم کیا جائے لیکن باقی کا نظام ویسے ہی کام کرتا رہے۔ یعنی مرکزہ نکالنے سے صرف وراثتی معلومات کی ترسیل کو ختم کیا گیا۔ اب چونکہ ضم شدہ خلیوں میں مرکزہ پہلی بھیڑ کے دودھ کے غدود کے خلئے سے لیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں وہی معلومات ہوں گی جو کہ دودھ کے غدود کے خلئے میں تھیں۔ اب جو بھی نئی بھیڑ بنے گی، وہ ان معلومات کے زیر اثر ہوگی جو پہلی بھیڑ کے مرکزہ سے آئیں گی۔ اگر مرکزہ نر بھیڑ سے لیا گیا ہو تو نئی بننے والی بھیڑ نر ہوگی اور اگر یہ مرکزہ مادہ بھیڑ سے لیا گیا ہے تو نئی بننے والی بھیڑ مادہ ہوگی۔ اس سارے عمل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اپنی مرضی سے اس خلئے کا انتخاب کیا جاسکتا ہے جس کا مرکزہ انڈے کے ساتھ ضم کرنا مقصود ہے مثلاً جگر، گردہ، آنت، لہٰذا کلون کی جنس وہی ہوگی جس سے مرکزہ حاصل کیا گیا ہو۔

ڈولی کی پیدائش کے ساتھ ہی آسٹریلیا میں سائنسدانوں کے ایک بڑے گروہ نے اس قسم کے تجربات گائے پر شروع کر دیئے۔ یہ طریقہ کار ڈولی کی کلوننگ سے ملتا جلتا ہے یعنی گائے کی انڈے دانی سے ۵۰۰ کے قریب انڈے الگ کر لئے گئے اور ان میں مخصوص خصوصیات کے حامل جین منتقل کر دیئے گئے۔ اب یہ ۵۰۰ انڈے صحت مند جین کے ساتھ بارآوری کے لئے تیار ہیں۔ اب ایک اعلیٰ نسل کے بیل کے سپرم لئے جائیں گے اور ان انڈوں کو بارآور کروا کے ایک اور گائے کے رحم میں رکھ دیا جائے گا تاکہ معمول کا عمل جاری رہے۔ اب ۵۰۰ بالکل ایک جیسے بچھڑے بن جائیں گے جو کہ انتہائی اعلیٰ نسل کے ہوں گے۔ اسی طرح اچھی نسل کی گائے یا بھینس جو زیادہ مقدار میں دودھ دیتی ہو اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلوننگ کے ذریعے ۱۰ یا ۱۲ بچے بیک وقت بنائے جاسکتے ہیں اور ڈیری کی صنعت کو بہت زیادہ فروغ دیا جاسکتا ہے۔''

انسانی کلوننگ

ڈولی (بھیڑ) کے کلون میں کامیابی کے بعد سائنس دانوں نے اپنی توجہ کا رخ انسانی کلوننگ کی طرف موڑتے ہوئے یہ پیش گوئی کردی کہ آئندہ چند ہی سالوں میں کلوننگ کے ذریعے انسان پیدا کئے جاسکیں گے۔ سائنسدانوں کے ان خیالات، تجربات اور پیش گوئیوں نے دنیا بھر کے مختلف تعلیمی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی ایوانوں میں اس موضوع پر بحث و تمحیص کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری کردیا کہ اگر سائنسدانوں نے واقعی انسانی کلون بنانا شروع کردیئے تو انسانی دنیا پر اس کے اچھے یا برے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

دسمبر ۲۰۰۲ء کو جب فرانس کے سائنسدانوں نے ایک انسانی بچی کے کلون کا دعویٰ کر کے گذشتہ مفروضے اور تخیل کو حقیقت میں تبدیل کر دکھایا تو دنیا بھر میں پھر سے ایک عجیب ردّعمل دیکھنے میں آیا۔ اکثر و بیشتر حضرات نے انسانی کلوننگ کی مخالفت میں اپنے تاثرات قلم بند کروائے۔ مذہبی طبقہ نے زیادہ غور وفکر کئے بغیر انسانی کلوننگ کو خدا کی قدرت وخالقیت میں دخل اندازی سے تعبیر کیا۔ مغربی ممالک میں بھی عوامی ردّعمل انسانی کلوننگ کے خلاف رہا۔ حتیٰ کہ پہلی مرتبہ کلوننگ کا لفظ سننے والے عوام نے بھی اسے 'حرام مطلق' قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف مظاہرے کئے۔ اگرچہ انفرادی طور پر بعض لوگوں نے انسانی کلوننگ کو سائنسی تحقیق کے نام پر قبول کر لینے کا رجحان بھی ظاہر کیا تاہم مجموعی طور پر آثار، انسانی کلوننگ کے خلاف ہی رہے۔

آئندہ سطور میں انسانی کلوننگ کے جواز، عدم جواز، اس کی جائز اور ناجائز صورتوں اور ان سے متعلقہ دیگر مسائل کی شرعی حیثیت پر بحث پیش کی جاتی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی کلوننگ کا ممکنہ طریقۂ کار

انسانی کلوننگ کا بنیادی طریقۂ کار تو وہی ہے جو حیوانی کلوننگ میں ڈولی اور مختلف جانوروں میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یعنی دو الگ الگ جاندار جسموں سے غیر جنسی خلیے حاصل کر کے ان کا 'اختلاط' کرایا جاتا ہے اور ایک کا مرکزہ نکال کر دوسرے خلیے کے مرکزہ کی جگہ رکھ دیا جاتا ہے جبکہ دوسرے خلیے کا مرکزہ اور پہلے کے مرکزہ کے علاوہ باقی خلیے کو پھر اس عمل میں استعمال نہیں کیا جاتا، پھر مشترک یا بارآور خلیے کو کچھ عرصہ مصنوعی ماحول میں رکھنے کے بعد دوبارہ کسی جاندار کے رحم میں داخل کر دیا جاتا ہے، (خواہ وہ خلیے والا ہی جسم ہو یا کوئی اور تیسرا جسم) جہاں بارآور خلیہ نمو و ارتقا کے فطری مراحل طے کر کے مکمل بچے کی شکل میں پیدائش حاصل کر لیتا ہے۔

مذکورہ صورت میں دو جسموں کے الگ الگ غیر جنسی خلیے لئے جاتے ہیں، یہ دو نر و مادہ بھی ہو سکتے ہیں اور بیک وقت دو ہی مادہ بھی۔ حتیٰ کہ صرف ایک ہی مادہ جسم سے بھی دو مختلف خلیے لے کر مصنوعی ملاپ کے بعد اسی مادہ کے رحم میں پرورش کے عمل سے گزارے جا سکتے ہیں جب کہ اس طرح پیدا ہونے والے بچے میں کس نر کا حصہ (نطفہ) نہیں ہوگا!

مذکورہ طریقۂ کار سے حاصل شدہ مختلف صورتیں

① کلوننگ کے ذریعے عمل تولید میں دو غیر جنسی خلیے استعمال ہوتے ہیں جبکہ انسانوں میں فطری طریق تولید جنسی خلیوں سے ہوتا ہے۔

② (کلوننگ میں) دو خلیوں کا حصول اور ان میں ملاپ مصنوعی طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ جبکہ فطری طریقہ تولید میں شہوت کے نتیجہ میں ملاپ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

③ مصنوعی طریقہ سے بارآور کئے جانے والے خلیے کو کسی بھی رحم میں نمو کے مراحل کے لئے منتقل کیا جا سکتا ہے جبکہ فطری عمل تولید میں اسی مادہ کے رحم میں بچہ پرورش پاتا ہے جس کا نطفہ ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ کلوننگ سے پیدا ہونے والے بچے کی خصوصیات یک طرفہ ہوں گی جبکہ فطری عمل تولید میں نومولود کی خصوصیات دوطرفہ ہوتی ہیں۔ اس (چوتھے) نکتہ کی وضاحت یہ ہے کہ کلوننگ میں دوخلیوں کا ملاپ کرایا جاتا ہے۔ جبکہ ان میں سے مرکزہ صرف ایک کا لیا جاتا ہے۔ اب جس کا مرکزہ ہوگا نومولود کی تمام خصوصیات ہوبہو اسی کے مشابہ ہوں گی۔ حتیٰ کہ اگر مرکزہ نر کا ہے تو نومولود نر اور اگر مرکزہ مؤنث کا ہے تو نومولود مادہ ہوگا، پھر اس کی شکل وصورت بھی من وعن اسی کے مشابہ ہوگی، جو مرکزہ والے صاحب خلیہ کی ہو اور اسی لئے نومولود کو کلون (انسانی فوٹو کاپی یا ہم شکل) کہا جاتا ہے۔ جبکہ فطری طریقہ تولید میں ماں باپ (نر و مادہ) دونوں کے ملاپ سے پیدا ہونے والے میں دونوں کی خصوصیات مجتمع ہوتی ہیں اور اس طرح نومولود ایک تیسرا مستقل بالذات شخصیت کا مالک ہوتا ہے خواہ وہ نر ہو یا مادّہ۔

⑤ انسانی کلوننگ میں نومولود کی تذکیر وتانیث کا انتخاب حسبِ منشا کیا جاسکتا ہے جبکہ فطری تولید میں ایسا ممکن نہیں۔

⑥ کلوننگ میں نر و مادہ یا بغیر نر کے دو مادہ یا صرف ایک ہی مادہ کے دو خلئے حاصل کرکے عمل تولید ممکن ہے جبکہ فطری طریقہ تولید میں نر و مادہ کا ملاپ ضروری ہے اور بغیر نر کے صرف ایک ہی مادہ سے یا دو مادہ کے خلیوں کے ملاپ سے عمل تولید ممکن نہیں۔ اِلا یہ کہ خاص اللہ کی مرضی ہو جس طرح کنواری حضرت مریمؑ سے بغیر شوہر کے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش فرمادی!!

⑦ انسانی کلوننگ کے لئے مردہ جسم کے زندہ خلئے حاصل کرکے بارآوری کے بعد کسی عورت کے رحم میں رکھ کر ایسی مردہ انسان کی ہوبہو زندہ نقل تیار کی جاسکتی ہے جبکہ فطری عمل تولید میں مردہ ملاپ کی قدرت ہی نہیں رکھتا، اس لئے اس کا افزائش نسل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑧ ہزار ہا برس پرانے مردوں کے خلیے حاصل کر کے ان کی کلوننگ بھی متوقع بتائی جارہی ہے جبکہ فطری عمل تولید میں اس کا کوئی امکان باقی نہیں رکھا گیا۔ (اِلا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ خاص سے اس مردہ کو دوبارہ زندہ کر دکھائیں مثلاً جس طرح قرآن مجید میں مذکور اصحابِ کہف کا واقعہ اور حضرت عزیرؑ کا واقعہ) یاد رہے کہ سائنسدان اتنے پرانے مردوں کے خلئے عموماً ان جانداروں سے حاصل کر سکتے ہیں جو اس دور میں موجود تھے اور آج بھی ان کی نسلیں ملتی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی متوقع ہے کہ کسی مطلوبہ شخص کے خلئے محفوظ کر لئے جائیں اور پھر اس کی موت کے بعد حسبِ موقع اس جیسے انسان پیدا کر دیئے جائیں۔

⑨ اعلیٰ خصوصیات کے حامل یا خوبصورت افراد کے خلیے بیک وقت کئی عورتوں کے رحم میں بارآوری کے بعد رکھوا کر ویسے ہی بے شمار بچے حاصل کئے جاسکتے ہیں جبکہ فطری طریق کار میں قانونی ملاپ (شادی) یا غیر قانونی ملاپ (زنا) کے ذریعے ایسا ممکن تو ہے مگر اوّل تو وہ بچے قریب قریب مطلوبہ خصوصیات کے حامل ہو سکتے ہیں، من وعن ہرگز نہیں اور دوم اس طریقہ سے چند ایک بچے (جتنے کہ ایک عام عورت زندگی بھر میں زیادہ سے زیادہ جنم دے سکتی ہے اور اوسطاً یہ تعداد ۱۰/۱۲ تک ہوتی ہے) ممکن ہیں سینکڑوں، ہزاروں ممکن نہیں۔

⑩ کلوننگ کے ذریعے ایک ہی خاندان کی مخصوص عادات وخصوصیات کو مسلسل آگے منتقل کر کے لازوال بنانا متوقع ہے جبکہ فطری طریقہ تولید میں قدرتی طور پر ایک خاص حد تک ایسا ہوتا رہتا ہے اور اس میں مزید ارتقا بھی جاری رہتا ہے مگر ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کسی اور نسل کو آزمانے کے لئے وہی خصوصیات ان سے چھین کر دوسروں کو منتقل کر دیتے ہیں۔ عام طور پر ایک عرصہ تک ایسا ہی سلسلہ چلتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو پہلی پود ہی پر اس سلسلے کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہن وفطین جوڑے کے ہاں کند ذہن کا پیدا ہونا یا اس کے برعکس بے وقوفوں اور احمقوں کے گھر میں ذہین وفطین اور عظیم شخص کا پیدا ہونا اسی کی مثالیں ہیں۔

انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت

بلا شبہ کلوننگ ایک سائنسی تحقیق ہے جسے کلی طور پر حرام کہا جاسکتا ہے نہ حلال اور جائز۔ اگر اسے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے شرعی مقاصد کے تحت استعمال کیا جائے تو پھر اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن اگر اسے شرعی حدود و قیود سے تجاوز کرکے بروئے کار لایا جائے تو پھر اس کے ناجائز ہونے پر دو رائے نہیں ہوسکتیں۔ انسانی کلوننگ کی جائز اور ناجائز صورتوں کی وضاحت درج ذیل ہے:

انسانی کلوننگ کی جائز صورت:

جس طرح سرعت انزال یا مادہ تولید کی کمی وکمزوری کے شکار مرد کے مادہ کو از راہ علاج مصنوی طریقہ سے اس کی بیوی کے رحم میں داخل کرنا یا پھر عورت میں کسی مرض اور نقص کی وجہ سے اس کا بیضہ اور مرد کا نطفہ ٹیوب میں بارآوری کے بعد دوبارہ اس عورت کے رحم میں منتقل کرنا بانجھ پن کا علاج ہونے کے ناطے شرعی اعتبار سے جائز ہے۔ بشرطیکہ مذکورہ مصنوعی طریقے میاں بیوی کے مابین اپنائے جائیں اور وہ بھی اس وقت جب فطری طریقے میں انہیں ناکامی کا سامنا ہو، اس طرح اگر کسی عورت کے خاوند کا مادہ تولید پیدائشی یا حادثاتی طور پر پیدا ہی نہ ہوتا ہو تو اس کے مادہ تولید (جنسی خلیے) کی جگہ جسم کے کسی بھی مناسب حصے سے غیر جنسی خلیہ حاصل کرکے اس کی بیوی کے حاصل کردہ بیضہ سے بارآور کرکے اسی بیوی کے رحم میں منتقل کرکے بچے کی پیدائش کو یقینی بنانے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ کیونکہ میاں بیوی کے خلیوں کے ساتھ بارآوری کرانے میں نہ زنا کا کوئی شائبہ ہے اور نہ ہی نسب کے اختلاط کا مسئلہ۔ بلکہ یہ ایک بانجھ شخص کے لئے کامیاب طریقہ تولید ثابت ہوجانے کی وجہ سے نعمت خداوندی ہے کہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقہ علاج سے اسے اولاد حاصل ہو جائے۔ لیکن یاد رہے کہ ایسا انتہائی مجبوری اور بیماری کی صورت میں کیا جائے اور اگر کوئی شادی شدہ جوڑا اپنی مجبوری کے باوجود بانجھ رہنے پر راضی ہوں تو بہر حال یہ ان کی صوابدید پر موقوف ہے۔

مذکورہ بالا جائز صورت میں درج ذیل شرعی احکام مرتب ہوں گے:

i) ایسا بچہ جائز اور ثابت النسل ہوگا۔

ii) رضاعت وحضانت اور وراثت وغیرہ کے حوالہ سے دوسرے بچوں کی طرح یہ بھی پورا حق دار ہوگا۔

iii) اگر اس مرد نے ایسی حالت میں بیوی کو طلاق دی کہ ان کے خلیوں کا مصنوعی ملاپ نہیں کرایا گیا تھا تو دوران عدت یا بعد از عدت رجوع کے بغیر ان کا اختلاط جائز نہیں۔

iv) اگر طلاق سے پہلے ان خلیوں کا مصنوعی اختلاط ہو چکا ہو تو بعد از طلاق عدت ختم ہونے سے پہلے وہ عورت اس بارآور بیضہ کو اپنے رحم میں رکھوا سکتی ہے۔

v) اگر خاوند خلیہ دینے کے بعد فوت ہو جائے تو اس کی بیوی اس خلیہ کو بارآور کروانے اور اپنے رحم میں رکھنے کی مجاز ہرگز نہیں۔ ماسوا اس صورت کے خاوند کی زندگی ہی میں اس کے نطفہ سے عورت کے بیضہ کو بارآور کر لیا گیا ہو تو پھر اس کی حیثیت پہلے سے مختلف (یعنی مبنی بر جواز) ہوگی۔

vi) فوت شدہ خاوند کے مردہ جسم سے اس نیت کے ساتھ خلیہ حاصل کرنا درست نہیں کہ اسے مرد کی موت کے بعد کسی وقت اس کی بیوی کے لئے قابل استعمال بنایا جا سکے۔ کیونکہ موت کے بعد ازدواجی تعلق ختم ہو جاتا ہے۔

vii) اگر ایسے بانجھ مرد کی زیادہ بیویاں ہوں تو اس کے جسمانی خلیے بیک وقت دیگر بیویوں کے لئے بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

viii) کلوننگ میں چونکہ تذکیر و تانیث کا انتخاب ممکن ہے اس لئے حسب ضرورت اس انتخاب سے مستفید ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر محض اس مقصد کے لئے تندرست جوڑے کا کلوننگ کروانا محل نظر ہوگا۔

انسانی کلوننگ کی ناجائز صورتیں:

گزشتہ جائز صورت کے علاوہ انسانی کلوننگ کی باقی ہر صورت ناجائز ہے۔ مثلاً

(i) ایک ہی عورت کے دو طرح کے خلیے لے کر ان کا اختلاط کرانا اور پھر اس عورت کے رحم میں بارآور بیضہ منتقل کر کے بچہ پیدا کروانا۔ یہ اس لئے ناجائز ہے کہ اس میں عورت کے خاوند کا خلیہ شامل نہیں جبکہ شریعت نے اولاد کے حصول کے لئے شادی (قانونی خاوند) کی شرط عائد کی ہے جو مذکورہ صورت میں مفقود ہے۔ اور ویسے بھی اس میں کئی ایک اخلاقی قباحتیں موجود ہیں۔

(ii) دو عورتوں کے الگ الگ خلیوں کو بارآور کر کے ان میں سے کسی ایک عورت کے رحم میں رکھ کر پیدائش کرانا۔ یہ اس لئے ناجائز ہے کہ اس میں 'ماں باپ' کی بجائے 'ماں ماں' شامل ہیں۔ حالانکہ شریعت صرف اس بچے کو حلال اور ثابت النسل تسلیم کرتی ہے جو میاں بیوی دونوں کے خلیوں سے حاصل ہو۔

(iii) ایسے مرد و زن کے خلیوں کا اختلاط کرانا جو آپس میں شادی شدہ نہیں۔ یہ اس لئے ناجائز ہے کہ اس میں شبہ زنا، اختلاط نسب اور وراثت وغیرہ کے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور معاشرتی نظام کے درہم برہم ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ اگر بالفرض کوئی مرد یا عورت ایسا کر بیٹھے تو ان پر حد زنا تو نافذ نہیں ہوگی (کیونکہ حد زنا کے لئے جسمانی تلذذ بھی ضروری ہے جو یہاں موجود نہیں) البتہ شبہ زنا کی وجہ سے وہ تعزیری سزا کے ضرور مستحق ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حواؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے غلط استدلال:

بعض حضرات انسانی کلوننگ کی ہر صورت مطلق طور پر حلال قرار دیتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں تخلیق حضرت حوا اور تخلیق حضرت عیسیٰ سے غلط استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا کیا لہذا ان کی پیدائش میں بھی کوئی جنسی خلیہ شامل نہیں ہوا ہوگا اور کلوننگ میں بھی جنسی خلیوں کو بروئے کار لائے بغیر انسانی تخلیق ممکن ہے۔ لہذا حضرت حوا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے اور انسانی کلوننگ سائنسی تحقیقات کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس لئے اس کی ہر صورت جائز ہے!

اس طرح حضرت مریمؑ کے حوالہ سے یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکیلی مادہ (یعنی کنواری حضرت مریمؑ) سے حضرت عیسیٰ کو پیدا کر دکھایا جبکہ ان کی پیدائش میں جنسی اختلاط ہرگز نہیں ہوا۔ لہذا اول تو کلوننگ کی ہر صورت جائز ہونی چاہئے کیونکہ ان میں بھی جنسی اختلاط نہیں ہوتا اور دوسرا یہ کہ بغیر نر کے صرف ایک ہی مادہ کے دو خلیوں کے اختلاط سے کلوننگ خصوصی طور پر جائز ہونی چاہئے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ بھی بغیر باپ کے صرف حضرت مریمؑ ہی سے پیدا ہوئے تھے۔

مذکورہ بالا دونوں واقعات میں دور حاضر کی کلوننگ کی روشنی میں بہت سے پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ جن پر بحث سے پہلے ہم انسانی کلوننگ کے حوالہ سے اپنے موقف کا اعادہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو یہ ہے کہ..... ''انسانی کلوننگ کی تمام صورتیں کلی طور پر نہ حرام ہیں نہ ہی کلی طور پر حلال۔ البتہ اب تک کی تحقیقات کی روشنی میں انسانی کلوننگ کی صرف وہ صورت حلال اور مباح ہے جس میں از راہ مجبوری میاں بیوی دونوں کے خلیوں کا اختلاط کر کے 'کلون' (نومولود) حاصل کیا جائے جبکہ اس کے علاوہ انسانی کلوننگ کی باقی صورتیں سراسر ناجائز اور حرام ہیں۔'' (ان کی حرمت کی وجوہات بالتفصیل گذر چکی ہیں)

اب ہم مذکورہ واقعات کے چند نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں:

۱) حضرت حواؑ کی آدمؑ کی پسلی سے اور حضرت عیسیٰ کی بغیر باپ نے تخلیق (اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح حضرت آدمؑ کی بغیر باپ و ماں کے تخلیق) کا قرآنی نظریہ جو ایک عرصہ سے معتزلی افکار کے حامل حضرات کی موشگافیوں اور تاویلوں کا تختہ مشق بنا ہوا تھا، چلئے 'کلوننگ' کی ایجاد کے بعد اپنی ظاہری صورت ہی پر ثابت ہوگیا۔ لہٰذا دور از کار تاویلات کا دروازہ کھولنے والوں کو اپنے اپنے موقف سے رجوع کر لینا چاہئے۔

۲) مذکورہ واقعات کو کلوننگ کی شکل قرار دینا کلوننگ کے پس وتہہ منظر سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ حضرت آدمؑ کے خلیے سے اگر حوا کا کلون بنایا جاتا تو کلون مذکر ہونا چاہئے تھا جبکہ حضرت حوا مؤنث تھیں۔ اسی طرح حضرت مریمؑ کے خلیہ سے اگر کلون بنایا جاتا تو وہ مونث ہونا چاہئے تھا جبکہ حضرت عیسیٰ مذکر تھے! اس لئے مذکورہ بالا واقعات کو کلوننگ قرار دینا محل نظر ہے۔

۳) مذکورہ بالا واقعات معجزاتی قبیل سے ہیں اور معجزہ پر عام مسائل کو قیاس کرنا درست نہیں۔ کیونکہ قیاس کی صورت میں یا تو قیاس فاسد ہوگا یا پھر معجزہ کے معجزہ ہونے میں شک پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے حضرت مریمؑ کے واقعہ سے یہ جواز نکالنا کہ بغیر شوہر کے اکیلی عورت کے خلیوں کے اختلاط سے کلون بنانا درست ہے، صحیح نہیں۔ کیونکہ از روئے شریعت وہی بچہ ثابت النسل ہوگا جس کی پیدائش میں میاں بیوی کے جنسی خلیے استعمال ہوئے ہوں یا پھر از راہ مجبوری غیر جنسی خلیے استعمال کئے گئے ہوں۔ بشرطیکہ وہ خلیے میاں بیوی کے ہوں کسی 'غیر' کے خلیے کا استعمال نہ کیا گیا ہو اور صرف ایک عورت یا دو عورتوں کے خلیوں ہی سے کلون بھی نہ کیا گیا ہو۔

۴) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایک ہی عورت سے بغیر مرد کے کلون ممکن نہیں کیونکہ یہ پیدائش مسیح کے معجزہ کو چیلنج کرنے والی بات ہے۔ حالانکہ معجزہ کو چیلنج کرنے والی بات تو تب تھی کہ جب 'کن' کہہ کر بچہ پیدا کرایا جاتا جبکہ سائنس دان خلیے حاصل کرنے پھر انہیں بارآور کرانے کے بعد دوبارہ رحم میں منتقل کرنے کے لیے لمبے چوڑے مصنوعی مراحل سے گزرنے کے محتاج ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کلوننگ خالقیت کے مترادف ہے؟

انسانی کلوننگ کی جائز و ناجائز صورتوں کی تفصیلات کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہ کا بھی ازالہ کر دیا جائے جو کلوننگ کے طریقۂ کار سے ناواقف اکثر حضرات کے ذہنوں میں پیدا ہو رہا ہے کہ شاید کلوننگ کا سائنسی طریقہ کار اللہ تعالیٰ کی قدرت و خالقیت میں مداخلت کرنے کی وجہ سے شرک کے زمرے میں آتا ہے۔ حالانکہ کلوننگ نہ تو خالق کی خالقیت میں دخل اندازی ہے اور نہ ہی اس طرح انسان 'خالق' بن جاتا ہے بلکہ کلوننگ محض ایک ایسا سائنسی طریق کار ہے جس میں پہلے سے تخلیق کردہ چیزوں کو ترتیب دے کر کسی اور چیز کا حصول متوقع بنایا جاتا ہے، کسی نئی چیز کو از خود تخلیق نہیں کیا جاتا۔

کلوننگ کے پس منظر میں اسے آپ یوں سمجھئے کہ جب سائنسدانوں نے طویل ترین تحقیقات کے بعد قدرت کے اس راز کا سراغ لگا لیا کہ عمل تولید کے دوران نر و مادہ دونوں طرف سے ایک ایک خلیہ حصہ لیتا ہے جن کے مرکزوں میں الگ الگ جینیاتی مادہ ہوتا ہے اور انہی خلیوں کے فطری ملاپ کے بعد عمل تولید شروع ہوتا ہے جو نر و مادہ سے ملتے جلتے نئے جاندار کو وجود بخشنے پر منتج ہوتا ہے۔ قدرت کے اس راز کے انکشاف کے بعد سائنسدانوں نے مزید تحقیقات کیں تو انہیں معلوم ہوا کہ کسی بھی جاندار کے جسم کے بعض دیگر (غیر جنسی) خلیوں میں بھی وہی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو ان کے تولیدی مادہ یا جنسی خلیوں میں پائی جاتی ہیں۔ پھر عملی طور پر غیر جنسی خلیوں کے مصنوعی ملاپ کے بعد سائنسدانوں کا تصور و تخیل حقیقت میں بدل گیا اور یوں وہ پودوں اور جانوروں سے ہوتے ہوئے انسانی کلوننگ کے موجود طریقہ تولید تک کامیاب ہوتے چلے آئے۔

سائنسدانوں کے مذکورہ انکشافات اور خلیوں کی مصنوعی ترتیب کے بعد عمل تولید کی نئی شکلیں پیش کرنے سے بھلا خدا کی خالقیت میں کیا فرق آیا ہے؟ یا یہ کہ اس طرح سے کیا سائنسدان خالق بن گئے ہیں؟؟ ہرگز نہیں! بلکہ خالق تو وہ تب بن سکتے تھے کہ جب وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیوں کو از خود عدم سے وجود میں لاتے اور ان میں موجود کروڑوں جرثوموں کو خود ہی پیدا کر دکھاتے، لیکن دنیا بھر کے تمام سائنسدان مل کر بھی ایک خلیہ بلکہ اس میں موجود کروڑہا جرثوموں میں سے ایک جرثومہ بھی پیدا نہیں کر پائے اور نہ ہی تا قیامت وہ ایسا کر سکتے ہیں اور اس کا خود انہیں بھی اعتراف ہے۔ اس لئے نہ وہ خالق (پیدا کرنے والے) ہیں نہ باری اور نہ ہی مصور بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق (خلیوں) کی ترتیب کو حسب ضرورت آگے پیچھے کرنے سے زیادہ کوئی قدرت نہیں رکھتے۔ اور اگر وہ یہ کام شرعی حدود کے تحت کریں تو یہ نہ صرف جائز ہوگا بلکہ انسانیت کی خدمت قرار پائے گا اور اگر وہ شرعی حدود سے تجاوز کرنے لگیں تو پھر وہ خدا کی عدالت میں مجرم قرار پائیں گے۔

چوتھا طریقہ: مصنوعی رحمِ مادر اور انسانی پیدائش

میڈیکل سائنس نے اس قدر ترقی کر لی ہے کہ اب بچے کی ولادت کے ابتدائی بارہ ہفتوں کا مرحلہ مصنوعی آلات میں کامیابی سے طے پا سکتا ہے۔ اسی طرح ولادت کے آخری ایام بھی رحم مادر سے باہر طے کروانا ممکن ہو چکا ہے (اور عرصہ دراز سے یہ ٹیکنالوجی پاکستان میں بھی آ چکی ہے) کوئی بعید نہیں کہ یہی طبی ٹیکنالوجی مزید پیش رفت کے ذریعے حمل کے بقیہ مراحل بھی (یا دوسرے لفظوں میں حمل کا مکمل دورانیہ ہی) مصنوعی ماحول میں مکمل کرانے میں کامیاب ہو جائے بلکہ اب تو اس کی بازگشت بھی سنائی دے رہی ہے۔ لیکن اس سے پیدا ہونے والے مسائل و معاملات کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ اس پر اس وقت تک کوئی بحث نہیں کی جا سکتی جب تک کہ اس کی اصل صورت نہ سامنے آ جائے۔ چونکہ اس کی اصل صورت حال ابھی تک سامنے نہیں آ سکی اس لئے راقم الحروف ابھی اس پر اظہار خیال ضروری نہیں سمجھتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل : ۲

مصنوعی طریقہ ہائے تولید اور کلوننگ کے بارے میں ممتاز اہل علم کی آراء وفتاوٰی

کلوننگ کے بارے میں اہل علم کی آراء

واضح رہے کہ گزشتہ صفحات میں مصنوعی طریقہائے تولید سے متعلقہ چار بنیادی شکلوں کے بارے میں راقم الحروف نے اپنے علم کی حد تک بحث کی ہے۔اس مکمل بحث پر بعض اہل علم نے نظر ثانی بھی فرمائی ہے جن میں جماعۃ الدعوۃ (اہلحدیث) کے نائب مدیر جناب حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ بھی شامل ہیں۔زیر مطالعہ بحث میں موصوف کا تذکرہ اس لئے ضروری ہے کہ آپ تجربہ کار حکیم بھی ہیں اور راسخ عالم دین بھی۔علاوہ ازیں موصوف نے چند ایک مقامات پر سوالات اٹھاتے ہوئے اختلاف رائے کا اظہار بھی کیا۔یہ کل تین مقامات تھے جن میں سے ایک مقام پر غور وفکر کے بعد راقم نے اپنی رائے کے برعکس موصوف کی رائے کو اور دوسرے مقام پر اپنی رائے کو ترجیح دی ہے جب کہ باقی ایک مقام پر ان کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اسے اہل علم کے مزید غور وفکر کے لئے چھوڑ دیا ہے۔

مصنوعی طریقہائے تولید کی جن چار شکلوں پر روشنی ڈالی گئی ہے،ان میں سے پہلی دو تو دنیا بھر میں عام ہو چکی ہیں جب کہ چوتھی شکل متوقع صورتوں میں سے ہے جس پر فی الحال گفتگو لاحاصل ہے اور تیسری شکل یعنی انسانی کلوننگ کے بارے میں اگرچہ کوئی حتمی تحقیق اور مستند فیصلہ سامنے نہیں آسکا تاہم اس کے بارے میں جانوروں کے علاوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانوں میں بھی تجربات مسلسل جاری ہیں۔اس کے باوجود بعض اہل علم تو اسے محض فراڈ قرار دے رہے ہیں جب کہ اکثر وبیشتر اہل علم نے اس کے متوقع خدشات کے پیش نظر اس کی مزید پیش رفت پر قانونی پابندی کا مطالبہ کر دیا ہے اور عرب وعجم کے علما کی ایک بڑی تعداد نے شرعی طور پر انسانی کلوننگ کو ناجائز اور حرام قرار دینے کا رجحان ظاہر کیا ہے۔

انسانی کلوننگ چونکہ ایک مشتبہ صورت ہونے کے علاوہ اپنے ابتدائی تجرباتی مراحل میں ہے، اس لئے اس سلسلہ میں ہم اہل علم کے فتاوی کو نظر انداز کر رہے ہیں اور یاد رہے کہ ہماری پیش کردہ شرعی بحث کا دارومدار بھی انہی معلومات پر ہے جو اس سلسلہ میں مختلف ذرائع سے سامنے آئی ہیں۔اگر واقعاتی صورت حال اور معروضی حقائق کے حوالے سے ان معلومات میں کوئی فرق پیدا ہوا، تو صاف ظاہر ہے کہ شرعی مباحث میں بھی فرق پڑ جائے گا۔اس لئے اس بحث کو یہی سمیٹتے ہوئے آئندہ سطور میں ہم مصنوعی تخم ریزی اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے بارے میں چند اہم فتاوی درج کر رہے ہیں:

مصنوعی تخم ریزی سے متعلقہ سوالات اور کویت کی مجلس افتا کا جواب

۱۔ میاں بیوی کے نطفوں میں رحم سے باہر اختلاط کے بعد بارآور نطفہ کو اس شخص کی اسی بیوی کے رحم میں رکھنا کیسا ہے؟

۲۔ میاں بیوی کے نطفوں میں رحم سے باہر اختلاط کے بعد بارآور نطفہ کو اس شخص کی دوسری بیوی کے رحم میں رکھنا کیسا ہے؟

۳۔ میاں بیوی کے نطفوں میں رحم سے باہر اختلاط کے بعد بارآور نطفہ کو کسی غیر عورت کے رحم میں رکھنا کیسا ہے؟

۴۔ ایک آدمی کے نطفہ کا غیر عورت کے نطفہ سے اختلاط کے بعد اسے اس آدمی کی اپنی بیوی کے رحم میں رکھنا کیسا ہے؟

۵۔ ایک شخص کا اپنی بیوی کے نطفہ کا غیر مرد کے نطفہ سے اختلاط کے بعد اسے اپنی بیوی کے رحم میں رکھوانا کیسا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ ایک آدمی کے نطفہ کا غیر عورت کے نطفہ سے اختلاط کے بعد اسے کسی تیسری غیر عورت کے رحم میں رکھنا کیسا ہے؟

۷۔ ایک عورت کے نطفہ کا غیر آدمی کے نطفہ سے اختلاط کے بعد اسے کسی اور عورت کے رحم میں رکھنا کیسا ہے؟

۸۔ غیر مرد وزن کے نطفوں کا اختلاط کروا کر اسے اپنی بیوی کے رحم میں رکھوانا کیسا ہے؟

۹۔ ایک آدمی کے مادہ تولید بنک میں محفوظ ہو تو کیا اس کی بیوی اپنے شوہر کی عدم موجودگی یا موت کے بعد اپنے رحم میں رکھوا سکتی ہے؟

جواب:

مذکورہ بالا نو صورتوں میں سے پہلی صورت کے جواز میں تو کوئی شک نہیں، البتہ دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں صورت ازروئے شریعت ناجائز ہے۔ اور نویں صورت میں اتنا تو جائز ہے کہ خاوند کی عدم موجودگی (یعنی سفر وغیرہ) میں اس کا محفوظ مادہ کو عورت اپنے رحم میں رکھوا لے لیکن اس کی موت کے بعد ایسا کرنا بالکل جائز نہیں کیونکہ موت کے بعد میاں بیوی کا باہمی رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ (۱)

مصر کے شیخ الازہر ورئیس مجمع البحوث الاسلامیۃ (شیخ جاد الحق) کا فتویٰ

مصر کے شیخ الازہر ورئیس مجمع البحوث الاسلامیۃ (شیخ جاد الحق علی جاد) کو بھی اسی نوعیت کا سوالنامہ بھیجا گیا جس کا جواب موصوف نے بڑی تفصیل سے دیا۔ اس کا حاصل ہم انہی کے الفاظ کے ساتھ ذیل میں آپ کے سامنے (اردو ترجمہ میں) پیش کر رہے ہیں:

''رشتہ زوجیت سے جب مطلوب ومقصود توالد ہے تاکہ بنی نوع انسان کی حفاظت ہو

(۱) ["مجموعة الفتاوىٰ الشرعية" (جلد ۲ صفحہ ۳۱۳، ۳۱۴) وزارت اوقاف، کویت]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکے اور میاں بیوی کا عضوی اتصال ایک دوسرے کی غریزی قوتوں کو ابھارتا اور ایک سے دوسرے کے جسم میں پہنچاتا ہے جس کے باعث یہ اتصال واختلاط ہی واحد اساسی وسیلہ ہے جس سے ایک دوسرے کے جسم میں اپنے اندر مخفی چیز کو پہنچاتا ہے جس سے نطفہ جائے قرار پر ٹھہر جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو اور یہ امر اسی وسیلہ سے تکمیل پاتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی میں سے ہر ایک میں پیدا فرما رکھا ہے لہذا اس طریق کار سے اعراض اور روگردانی درست نہیں الا یہ کہ کوئی ایسی مجبوری ہو مثلاً مرد وعورت میں سے کسی میں کوئی ایسا نقص ہو کسی بیماری کے باعث ،فطری طور پر یا اللہ نے کوئی ایسا نقص پیدا کر دیا ہو کہ میاں بیوی کے معروف طریقے سے وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے حمل قرار نہ پاتا ہو تو پھر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

جب کوئی ایسی صورت ہو تو پھر بیوی کو اپنے ہی خاوند کی منی کے ساتھ بار آور کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس بات کا شک وشبہ دور کر لیا گیا ہو کہ اس کو کسی دوسرے انسان یا حیوان کی منی سے نہ تو تبدیل کیا گیا ہے اور نہ ہی اس میں آمیزش کی گئی ہے ،اس طریقے سے جو بچہ پیدا ہو گا وہ صحیح النسب ہو گا.....

بیوی کو اپنے خاوند کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی منی سے حاملہ بنانا خواہ یہ اس صورت میں ہو کہ خاوند میں منی ہی نہ ہو یا منی تو ہو مگر وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو ،شرعاً حرام ہے کیونکہ اس سے انساب میں اختلاط لازم آتا ہے اور بچے کی ایک ایسے باپ کی طرف نسبت ہوتی ہے ،جس کے پانی سے وہ پیدا نہیں ہوا اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر اس طریقہ سے عورت کو حمل قرار پا جائے تو یہ ایک طرح سے زنا ہو گا ،اس پر زنا کے نتائج مرتب ہوں گے اور نصوص قرآن وسنت کی روشنی میں یہ قطعی طور پر حرام ہے۔" (۱)

(۱) دیکھئے:سہ ماہی 'منہاج'لاہور(جلد ۱۹۹ء صفحہ ۵۴تا۷۵)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت اہلحدیث کے ممتاز اہل علم کی رائے ....از قلم عبدالرحمٰن کیلانیؒ (۱)

مصنوعی طریقہائے تولید کے بارے میں سوالنامہ

جناب نور احمد صاحب، مصطفیٰ آباد، لاہور سے لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔بعد!

جناب کی خدمت میں گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل میں شریعتِ مطہرہ کا حکم مدلل ومفصل بیان فرمائیں۔ان مسائل کی وضاحت روزنامہ ''جنگ'' لاہور ۲۵۔مئی کی ایک خبر کے سلسلے میں مطلوب ہے، جس کا عنوان تھا کہ ''اب پاکستان میں بھی ٹیسٹ ٹیوب بے بی پیدا کی جائے گی۔''

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی پیدائش کا طریقہ یہ ہے کہ: عورت اور مرد دونوں سے جرثومے حاصل کیے جاتے ہیں جنہیں اصطلاح میں Eggs اور Sperms کہتے ہیں۔ ان کو ایک

(۱) [لادین معاشروں سے جو طریقے درآمد ہوتے ہیں ان کو بلاحیل وحجت 'ترقی' کے نام پر اپنانے کے آزادانہ طرزِ عمل کی حوصلہ افزائی تو نہیں کی جاسکتی کیونکہ دورِ حاضر میں مادہ پرستی کے فروغ نے ایمان واخلاق کی اقدار کا دیوالیہ نکال دیا ہے۔تاہم رب العالمین کی شریعت میں ہر نوع کی ایجادات اور تبدیلیوں کے لیے مکمل ہدایات موجود ہیں، جو اس کے کمال ودوام کا ثبوت بھی ہیں۔
اسی قسم کے مسائل میں ایک اہم مسئلہ 'ٹیسٹ ٹیوب بے بی' کا ہے جس پر مجمع بحوث اسلامیہ (مصر) اور مجمع فقہ اسلامی (مکہ مکرمہ) کے بھی اجتماعات منعقد ہوتے رہے ہیں، پاکستان کی نظریاتی کونسل بھی اس پر غور کر رہی ہے۔مجلس التحقیق الاسلامی نے اسی سلسلہ کے ایک سوالنامے کے سلسلہ میں علماء کا خصوصی اجلاس بلایا جس میں مولانا کیلانیؒ نے بھی اپنا مقالہ پیش کیا جو انہوں نے تبادلہ خیالات کے بعد نئی صورت میں ترتیب دیا ہے۔چنانچہ زیرِ بحث مسئلہ کی بعض صورتیں جائز ہیں۔بعض محض ایک تکلف اور بے فائدہ کہ جن سے بظاہر بے اولاد لوگوں کی بااولاد ہونے کی خواہش پوری ہوتی نظر آتی ہے حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔اور بعض صورتیں ناجائز بلکہ حرام ہیں اور ایک مسلم معاشرہ کے لیے انتہائی خطرناک نتائج کی حامل ہیں۔تفصیل، سوال وجواب کی صورت میں ہدیہ قارئین ہے۔(مدیر ماہنامہ 'محدث' لاہور۔دسمبر ۱۹۸۷ء جلد ۱۸ عدد ۴ صفحہ ۲۷ تا ۳۷)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹیوب میں ۱۲ ہفتے رکھا جاتا ہے جس میں کہ وہ تمام لوازمات Ingnedients پائے جاتے ہیں جو کہ رحمِ مادر (Womb) میں ہوتے ہیں۔ پھر ان جرثوموں کو غیر فطری طریقے سے (بذریعہ انجکشن) رحم مادر میں داخل کیا جاتا ہے اور یوں نو ماہ کے بعد بچے کی پیدائش عمل میں آتی ہے۔ یہ عمل حسب ذیل صورتوں میں انجام پاتا ہے:

۱۔ وہ عورت جو بچے کی پیدائش کے عمل سے خود کو محفوظ رکھنا چاہتی ہے تو ایسی عورت اور اس کے شوہر کے جرثومے کسی دوسری خواہشمند عورت کے رحم میں داخل کیے جاتے ہیں۔ اس کے عوض وہ خواہشمند عورت خطیر رقم بطور معاوضہ لیتی ہے اور نو ماہ بعد وہ بچہ ان کے حوالے کر دیتی ہے جن کے جرثومے ہوتے ہیں۔

۲۔ جو عورت بانجھ ہوتی ہے، اس سے جرثومے اور پھر اس کے شوہر کے جرثومے حاصل کیے جاتے ہیں، اور پھر انہیں بارہ ۱۲ ہفتے بعد دوبارہ اس بانجھ عورت کے رحم Womb میں داخل کر دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ عورت سے یہ جرثومے ایک معمولی آپریشن کے ذریعے حاصل کیے جاتے ہیں جبکہ مرد سے یہ جرثومے بھی غیر فطری طریقے سے یعنی جلق کے ذریعے حاصل کیے جاتے ہیں یا پھر عزل کے ذریعے۔

اس ضمن میں حسب ذیل سوالات ابھرتے ہیں:

۱۔ اس طریقۂ کار کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۲۔ کیا یہ جدید تحقیق فطری عمل کے مطابق ہے یا فطرت سے بغاوت؟

۳۔ اس طریقہ سے پیدا ہونے والی نسل کی قانونی و شرعی حیثیت کیا ہوگی اور نسب کس کا ہوگا؟

۴۔ کیا بانجھ میاں بیوی اس کے ذریعے اولاد حاصل کر سکتے ہیں جبکہ جرثومے ان دونوں کے اپنے ہی ہوتے ہیں؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ جس عورت کے رحم میں یہ جرثومے داخل کیے جاتے ہیں کیا اس کے لیے جائز ہے کہ اپنا رحم معاوضۃً کسی دوسرے کی اولاد کے لیے دے دے؟ نیز پیدائش کے بعد اس عورت کا نومولود سے کس قسم کا رشتہ ہوگا؟ جبکہ اس نومولود کی پرورش اس عورت کے خون سے ہوتی ہے۔

۶۔ اس ایجاد کے معاشرتی اور اخلاقی نظام پر کیا اثرات پڑ سکتے ہیں؟

آپ سے گزارش ہے کہ مندرجہ بالا اہم مسائل کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کا موقف مکمل تفصیل سے مدلل طور پر واضح فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ جزاکم اللہ... والسلام!

الجواب بعون الوهاب:

بشرطِ صحت مہیا کردہ معلومات، مستفسر صاحب کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ پہلے سوال کہ... ''اس طریقۂ کار کی شرعی حیثیت کیا ہے''... کا جواب یہ ہے کہ یہ محض طریقۂ کار ہی نہیں بلکہ ایک طریقۂ علاج بھی ہے (خصوصاً بانجھ میاں بیوی کے اولاد پیدا ہونے کے سلسلہ میں) لہٰذا ضرورت کے وقت اس کی شرعی حیثیت وہی کچھ ہے جو عام سائنسی ایجادات کی ہوتی ہے۔ جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن، لاؤڈ سپیکر وغیرہ۔ یہ چیزیں بذاتِ خود نہ اچھی ہیں نہ بری، بلکہ درجۂ اباحت میں ہیں۔ اگر ان چیزوں کا استعمال بھلائی کے کاموں میں یا شریعت کی منشأ کے مطابق کیا جائے تو یہی چیزیں خیر ہیں، جائز اور درست ہیں۔ اور اگر یہی چیزیں برے کاموں یا برائی کی نشر و اشاعت یعنی شریعت کی منشأ کے خلاف استعمال کی جائیں تو یہی اشیاء عین شر اور ناجائز قرار پائیں گی۔

۲۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ... ''کیا یہ جدید تحقیق فطری عمل کے مطابق ہے، یا فطرت کے خلاف بغاوت ہے؟''... اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ جدید تحقیق فطری عمل کے مطابق تو یقیناً نہیں ہے لیکن ہم اسے فطرت کے خلاف بغاوت بھی قرار نہیں دے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے ۔خصوصا اس صورت میں کہ اس طریقۂ علاج یا طریقۂ کار میں کچھ نہ کچھ خیر کا پہلو بھی موجود ہے ۔ہمارے روزمرہ کے مسائل میں سے کئی مسائل ایسے ہیں جنہیں ہم فطرت کے مطابق نہیں کہہ سکتے ۔مثلا آپریشن کے ذریعہ بچے کی پیدائش ، بچے کو اپنی حقیقی ماں کے بجائے دوسری انا سے دودھ پلوانا ۔یا بچے کی تربیت گائے یا بکری کے دودھ یا ڈبے کے خشک دودھ پر کرنا ۔اسی طرح پچھنے لگوانا (فصد) آپریشن اور چیر پھاڑ بھی فطری عمل کے مطابق نہیں ۔لیکن ان تمام امور کو کسی نے فطرت کے خلاف بغاوت قرار نہیں دیا ۔اور حسبِ حال مثال یہ ہے کہ جس جوڑے کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو ڈاکٹر صاحبان زوجین میں سے ہر ایک کا مادہ تولید مصنوعی اور غیر فطری طریقوں سے حاصل کر کے یہ ٹسٹ کرتے ہیں کہ میاں کے مادہ میں نقص واقع ہوا ہے یا بیوی کے مادہ میں ۔اس طریق کار پر بھی کبھی کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ فطرت کے خلاف بغاوت ہے ۔ان مثالوں سے البتہ یہ اصول ضرور مستنبط ہوتا ہے کہ ہر ایسا طریقِ کار یا طریقِ علاج جو شریعت کے خلاف نہ ہو، وہ شرعا مباح اور جائز ہوگا ۔

۳۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ.... اس طریقہ سے پیدا ہونے والی نسل کی قانونی اور شرعی حیثیت کیا ہوگی ،اور نسب کس کا ہوگا ؟.... اس سوال کا جواب دراصل اس طریق کار کے مختلف قسم کے استعمال پر منحصر ہے ۔ان اقسام میں سے دو کی طرف تو مستفسر صاحب نے سوال نمبر ۴ اور ۵ کے تحت وضاحت کردی ہے ،باقی کچھ اور اقسام بھی ہیں ۔لہذا اس سوال کا جواب اگلے سوالات کے جوابات میں از خود آجائے گا ۔

۴۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ.... ''کیا بانجھ میاں بیوی اس کے ذریعہ اولاد حاصل کر سکتے ہیں جبکہ جرثومے ان دونوں کے اپنے ہی ہوتے ہیں ؟''.... اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر اس طریقِ کار سے بانجھ میاں بیوی کے ہاں اولاد پیدا ہو جائے تو یہ چیز ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں میاں بیوی کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔اور سائنس کی یہ ایجاد بنی نوعِ انسان کے لیے ایک نویدِ مسرت ہے۔عورت کے بانجھ پن کی وجہ سے جہاں اس کے علاج پر کثیر اخراجات اٹھتے ہیں وہاں بہت سے دوسرے تلخ معاشرتی مسائل بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔مثلاً دوسری شادی کی ضرورت، پہلی بیوی کی طلاق یا اسے معلق رکھنا، بیویوں کی آپس کی رقابت اور اس سے میاں کی زندگی کا ناخوشگوار ہونا اور بعض دفعہ خاوند کے خلاف دونوں بیویوں کی مشترکہ محاذ آرائی، بانجھ عورت کا اپنے آپ کو ایک حقیر اور کمتر مخلوق سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔یہ ایسے مسائل ہیں جن سے اس طریقِ کار کی بدولت نجات حاصل ہو سکتی ہے۔اس طریق کار سے اگر بانجھ میاں بیوی کے ہاں اولاد پیدا ہو جاتی ہے تو وہ کیونکہ ان دونوں ہی کی ہوتی ہے ،لہذا نسب یا وراثت کا کوئی نیا مسئلہ پیدا نہیں ہوگا۔

۵۔ پانچواں سوال یہ ہے کہ....''جس عورت کے رحم میں جرثومے داخل کیے جاتے ہیں کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا رحم معاوضۃً کسی دوسرے کی اولاد کے لیے دے دے؟ نیز پیدائش کے بعد اس عورت کا نومولود سے کس قسم کا رشتہ ہوگا، جبکہ اس نومولود کی پرورش اس عورت کے خون سے ہوئی ہے؟''....مستفسر صاحب کے پورے سوال نامہ میں، ہماری نظر میں یہی سوال سب سے زیادہ اہم ہے۔لہذا اس کا جواب ہم ذرا وضاحت سے دیں گے۔

عربی زبان، اور اسی طرح قرآن کریم میں لفظ ''ماں'' کے لیے دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ایک ''والدۃ'' اور دوسرے ''ام''۔لغوی لحاظ سے لفظ ''والدۃ'' کا اطلاق صرف اس عورت پر ہوگا جو بچہ جنتی ہے۔بالفاظِ دیگر نومولود کی والدۃ وہ عورت ہے جس نے اس کو جنا ہے، نہ کہ وہ جس کا جرثومہ یا بیضہ تھا۔

ماں کے لیے دوسرا لفظ 'اُم' ہے جو والدۃ سے وسیع تر مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقی والدہ کے لیے بھی اور دادی، پڑدادی، نانی، پڑنانی وغیرہ کے لیے بھی۔اس لفظ کے اور بھی بہت سے معانی ہیں جن سے ہمیں سر دست سروکار نہیں، فی الحال ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ''اُم'' کا لفظ بھی اس عورت کے لیے استعمال فرمایا ہے جس نے بچہ جنا ہو۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا اللّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ﴾ (المجادلہ:۲)

''ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا''

(۲) ﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ (الاحقاف:۱۵)

''اس (یعنی انسان) کی ماں نے اسے مشقت سے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور مشقت ہی سے جنا!''

پہلی آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ماں وہ ہے جو بچہ جنتی ہے اور دوسری آیت میں تو مزید صراحت آگئی کہ ماں وہ ہے جو حمل کو پیٹ میں رکھتی اور پھر اسے جنتی ہے۔[۱] ان آیات سے معلوم ہو گیا کہ نومولود کی ماں حقیقتاً وہی ہے جس نے اسے جنا ہے نہ کہ وہ جس کا جرثومہ تھا۔اب اس صورتِ حال پر شرعی احکام کے اطلاق کو سمجھنے کی سہولت کے مدِنظر ہم ذیل میں ایک مثال یا خاکہ پیش کرتے ہیں:

فرض کیجیے کہ زید اور اس کی بیوی جمیلہ، ہندہ نامی ایک عورت کا رحم معاوضہ لے رہے ہیں۔ہندہ کے خاوند کا نام عمر ہے اور اس طریقِ کار کی بدولت ہندہ کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے، اس کا نام بکر ہے۔اب شرعی نقطۂ نظر سے صورتِ مسئلہ یہ ہوگی کہ:

(۱) [کہا جاسکتا ہے کہ اگر محض جرثومے کی بنا پر مرد کو والد کہا جاسکتا ہے تو اسی بنا پر عورت کو والدہ کیوں نہیں کہا جاسکتا؟ بالفاظِ دیگر اگر لغوی معنیٰ کا اعتبار کیا جائے تو اس لحاظ سے تو ہم مرد کو بھی والد نہیں کہہ سکتے؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ازروئے لغت مرد فی الواقع جننے والا یا والد نہیں ہوتا۔اسے شوہر یا صاحب نطفہ ہونے کی حیثیت سے ہی والد کہا جاتا ہے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں لیکن عورت کی جسمانی ساخت ہی چونکہ بچہ جننے کے لیے بنائی گئی ہے۔لہٰذا اس کی طرف ولادت کی نسبت حقیقی ہوتی ہے، اس کی طرف مجازی نسبت درست نہیں ہوگی۔]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔قرآن کریم کی رو سے بکر ہندہ کا بیٹا ہے، جس نے اسے رحم میں اٹھائے رکھا اور جنا ہے۔

۲۔بکر کے نسب سے مشابہ دو طرح کے واقعات دور نبوی میں ملتے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی عتبہ نے مرتے وقت اپنے بھائی سعدؓ کو یہ وصیت کی کہ زمعہ (ام المؤمنین حضرت سودہؓ کا باپ) کی لونڈی کا بیٹا عبدالرحمان میرے نطفہ سے ہے۔لہذا تم اس کو لے لینا۔چنانچہ سعدؓ جب بچہ کو لینے لگے تو زمعہ کا بیٹا عبد کہنے لگا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے۔آخر دونوں لڑتے جھگڑتے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے یہ مقدمہ سن کر فرمایا:

"الولد للفراش وللعاهر الحجر"

"بچہ تو اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا (یعنی زمعہ کا) اور زانی کے لیے پتھر ہیں"۔

اور ساتھ ہی اپنی بیوی حضرت سودہؓ سے فرمایا:

"احتجبی منه یا سودة لما رای من شبهه لعتبة"(۱)

سودہؓ اس سے پردہ کرنا! کیونکہ آپ نے دیکھا کہ اس بچہ کی صورت عتبہ سے ملتی تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو عبدالرحمان (بچہ) کی شکل وصورت سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ عتبہ ہی کا بیٹا ہے، آپ نے اس کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، جس کی لونڈی نے اسے جنا تھا۔اس لحاظ سے مذکورہ بالا مثال میں بکر (نومولود) ہندہ (جس نے اسے جنا ہے) کے خاوند عمر کا بیٹا قرار پائے گا نہ کہ زید کا (جس کا جرثومہ تھا) یا جس پر نومولود کی شکل وصورت اور عادات واطوار کا انحصار ہوگا۔

دوسرا واقعہ مسجد نبوی میں عویمر عجلانی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کے ذریعہ جدائی کا ہے۔ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد یہی مشہور ہو گیا کہ جہاں میاں بیوی نے لعان کیا دونوں میں جدائی ہوگئی۔اگر عورت پیٹ سے ہوتی تو اس کا بچہ

(۱) [بخاری: کتاب البیوی۔باب تفسیر المشتبهات)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی ماں کا بیٹا کہلاتا۔ پھر لعان کرنے والی عورت میں یہ قاعدہ بھی جاری ہوا کہ وہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے حصوں کے موافق اپنے بچہ کی وارث ہوگی اور بچہ اس کا وارث ہوگا۔

لعان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دیکھتے رہو اگر بچہ لال لال، پست قد پیدا ہوا تو تب میں گمان کروں گا کہ عورت سچی اور مرد نے جھوٹی تہمت باندھی۔ اور اگر بچہ سانولے رنگ کا، بڑی آنکھ والا اور بڑے چوتڑوں والا پیدا ہوا تو میں گمان کروں گا کہ مرد سچا ہے۔'' جب بچہ پیدا ہوا تو اس سے بھی زیادہ بدشکل تھا (یعنی اس مرد کی صورت پر تھا جس سے عورت کو تہمت لگائی گئی تھی)[1]

اب دیکھئے اس واقعہ میں قانوناً بچہ سے لاتعلق ہونے کی بناء پر نسب باپ کی طرف نہیں بلکہ ماں کی طرف ہوگا۔ اور وراثت کا تعلق بھی ماں ہی سے ہے۔ اب مسئلہ متعلقہ پر نگاہ ڈالیے: رحم معاوضہ پر دینے کی شکل میں اگرچہ ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے کہ یہ نطفہ زید کا ہے لیکن پہلی مثال کے مطابق قانوناً بچہ زید کا نہیں ہوگا، بلکہ نومولود (بکر) عمر کا بیٹا ہی قرار پائے گا۔ لہذا یہ سارا سلسلہ محض تکلف اور بے فائدہ ہوگا!

۳۔ زید اور اس کی بیوی جمیلہ زنا کی پوری تعریف صادق نہ آنے کی بناء پر زانی اور زانیہ تو شمار نہ ہوں گے اور نہ ہی ان پر حد لگائی جائے گی۔[2] البتہ گنہگار ضرور ٹھہریں گے۔ حسب ارشاد نبویؐ:

''لا یحل لامرء یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یسقی ماء ہ ذرع غیرہ''[3]

---

(۱) [بخاری۔ کتاب الطلاق: باب التلاعن فی المسجد]

(۲) [اسی سلسلہ کے ایک فتویٰ میں شیخ الازہر نے اسے زنا قرار دیا ہے اور اسی بناء پر بعض علماء نے اس پر حد جاری کرنے کا فتویٰ دیا ہے، جو درست نہیں۔ کیونکہ زنا کی تعریف صرف ادخال واستدخال نطفہ نہیں ہے، بلکہ جنسی ملاپ وغیرہ بھی ضروری ہے]

(۳) [مشکوٰۃ۔ کتاب النکاح: باب الاستبراء ...]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کسی شخص کے لیے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی غیر کی کھیتی کو پانی دے!''

اور یہ تو واضح ہے کہ ہندہ عمر کی کھیتی ہے، زید اور جمیلہ دونوں نے مل کر غیر (عمر) کی کھیتی میں تخم ریزی یا آبیاری کی ہے، لہٰذا یہ ناجائز ہے۔

۴۔ اگر زید اور جمیلہ بکر کو اپنے ہاں لا کر اس کی تربیت کرتے ہیں، تو بکر کی حیثیت محض متبنیٰ کی ہوگی کیونکہ شرعی نقطۂ نظر سے ان دونوں کے جرثومے ہونے کے باوجود، بکر نہ جمیلہ کا بیٹا ہے اور نہ زید کا۔

۵۔ بکر، عمر اور ہندہ کے ترکہ کا حصہ رسدی وارث ہے، اور وہ اس کے وارث ہیں۔ بلحاظ احکامِ وراثت بھی بکر سے زید اور جمیلہ کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

۶۔ چھٹا سوال یہ ہے کہ.... ''اس ایجاد کے معاشرتی اور اخلاقی نظام پر کیا اثرات پڑ سکتے ہیں؟''.... اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر اس ایجاد کا ضرورت (جیسے بانجھ عورت کے ہاں اولاد کی ضرورت ہے) کی بجائے خواہشات کی تکمیل کے لیے آزادانہ استعمال کیا جائے تو معاشرتی اور اخلاقی نظام میں ایسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو اسلامی تعلیمات کی عین ضد ہیں۔ اسلام اپنی منکوحہ بیوی کے علاوہ سفاحت (زنا و بے حیائی) کے تمام طریقوں کو باطل اور حرام قرار دیتا ہے اور اس حکمتِ عملی سے درج ذیل مقاصد حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ تحفظِ نسب ۲۔ عائلی نظام کی پاسداری

۳۔ شکوک وشبہات سے پاک نظامِ وراثت اور ۴۔ فحاشی کا سد باب

اب اگر اس طریقِ کار کا آزادانہ استعمال کیا جائے تو مندرجہ بالا تمام مقاصد میں سخت گڑبڑ واقع ہو جائے گی اور اسلام کے معاشرتی اور اخلاقی نظام کی چولیں تک ہل جائیں گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک مستفسر صاحب کے سوالات کا تعلق تھا تو ان کا جواب ہو چکا۔اب ایک اور بات جس کی طرف مستفسر صاحب نے توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ عورت کے جرثومے بذریعہ معمولی آپریشن حاصل کئے جاتے ہیں، یہ غیر فطری طریق ہے۔مرد کے جرثومے جلق یا عزل کے ذریعہ حاصل کیے جاتے ہیں، یہ بھی غیر فطری طریق ہے۔پھر مرد اور عورت کا ملا ہوا نطفہ ۱۲ ہفتے بعد جو رحم مادر میں بذریعہ انجکشن داخل کیا جاتا ہے تو یہ بھی غیر فطری طریق ہے۔ایسے تمام غیر فطری طریقوں کی طرف توجہ مبذول کرانے سے مستفسر صاحب کا رجحان یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسے طریق کار کو حرام ہی قرار دیا جانا چاہیے۔اس بات کی چند مثالوں کے ذریعے سوال نمبر ۲ کے تحت وضاحت کی جا چکی ہے کہ محض طریق کار یا طریق علاج کا غیر فطری ہونا اس کو حرام قرار دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔اور اس کا اظہار ہمارے فقہائے کرام کی اس قسم کی بحثوں سے بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت کسی بھی طریقے سے اپنے خاوند کا نطفہ اپنے رحم میں داخل کر لے تو اس صورت میں خاوند سے نسب ثابت ہوگا۔اسی طرح اگر کوئی کنیز اپنے آقا کے نطفے کو رحم میں داخل کر لیتی ہے اور حمل کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا نسب آقا سے چلے گا اور وہ ''ام الولد'' قرار پائے گی۔اگر چہ ملاپ کا فطری طریق صرف زوجین کا جنسی وجسمانی اتصال ہے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ مستفسر صاحب نے اس غیر فطری تخم ریزی کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔جبکہ اس کی اور بھی کئی قسمیں ہیں۔اور اس کے طریق کار بھی الگ الگ ہیں۔ایک طریق تو داخلی ہے، یعنی پچکاری کے ذریعے مرد کے نطفہ کو عورت کے رحم میں داخل کرنا (Artificial Insemination) اور دوسرا خارجی، یعنی زوجین کے جرثوموں کا ٹیسٹ ٹیوب میں ملاپ کرنا، جسے Fertilisation in vitro کہتے ہیں۔ مستفسر صاحب نے جو سوالات لکھے ہیں وہ اسی طریق کار سے تعلق رکھتے ہیں۔اب ان دونوں طریقوں کو اور مختلف صورتوں کو ملانے سے بہت سی اقسام بن جاتی ہیں مثلاً:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ کسی بیماری یا عارضہ کی وجہ سے زوجین مباشرت صحیح طور پر کر ہی نہیں سکتے یا بیوی اس کی متحمل نہیں ہو سکتی، تو مرد کا نطفہ بذریعہ پچکاری یا انجکشن (بطریق اول) عورت کے رحم میں داخل کر دیا جائے۔ یہ صورت جائز اور درست ہے۔ اس سے نہ نسب میں فرق پڑتا ہے نہ وراثت کے احکام متاثر ہوتے ہیں۔

۲۔ اگر کسی وجہ سے مندرجہ بالا طریق ممکن نہ ہو تو طریق نمبر ۲ (ٹیسٹ ٹیوب والا طریق) اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ بھی درست اور جائز ہے بشرطیکہ جرثومے زوجین کے اپنے ہوں۔ اور اس کی وضاحت سوال نمبر ۴ کے تحت آ چکی ہے۔

۳۔ ایک مرد کی دو یا دو سے زائد بیویاں ہیں جن میں سے کوئی ایک بانجھ ہے۔ اس بانجھ عورت کا بیضہ حاصل کر کے ٹیسٹ ٹیوب میں مرد کا نطفہ شامل کر کے کسی تندرست بیوی کے رحم میں یہ نطفہ امشاج رکھ دیا جائے۔ (۱) یا اس کے برعکس یعنی اگر بانجھ عورت کے بیضہ یعنی جرثومہ میں نقص ہے تو وہ کسی دوسری بیوی کا لے کر یہی طریق کار استعمال کرتے ہوئے بانجھ عورت کے رحم میں رکھ دیا جائے۔ اس طریق کار میں کچھ قباحت نہیں۔ اس کا نسب تو بہرحال باپ سے ہی چلے گا۔ لیکن وراثت کا تعلق اس ماں سے ہوگا جس نے اسے جنا ہے۔

---

(۱) [رابطہ عالم اسلام مکہ مکرمہ میں مجمع فقہ اسلامی نے بھی اپنے متعدد اجلاسوں میں غور وفکر کر کے متذکرہ بالا تین صورتوں کے جواز کا میلان دیا ہے۔ تاہم اسی اجلاس میں سعودی عرب کے متدین اور محتاط علماء نے ''جواز'' کی بجائے ''توقف'' کا رویہ اختیار کیا ہے، جس میں سعودی عرب کے مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز بھی ہیں۔ متذکرہ بالا تینوں صورتوں میں بھی آراء مختلف ہیں۔ لہذا ایسی گنجائش ضروری علاج ہی کی بناء پر نکالی جا سکتی ہے۔ چنانچہ تیسری صورت جس میں ایک مرد کی دو بیویوں کا باہمی ایسا معاملہ کہ ایک سے نطفہ امشاج دوسرے کے رحم میں پرورش پائے، بے جواز نظر آتا ہے جبکہ بچہ پھر بھی اسی کا ہوگا جس نے جنم دیا۔ یہ علاج نہیں بلکہ حصول اولاد کی خواہش ہے جو پھر بھی پوری نہ ہو سکی (حاشیہ از قلم: مدیر اعلیٰ 'ماہنامہ محدث' لاہور)

یاد رہے کہ اس تیسری صورت کی شرعی حیثیت کے حوالے سے راقم الحروف اپنا موقف (جو جواز پر مبنی ہے) گزشتہ صفحات میں واضح کر چکا ہے اور یہی موقف عبدالرحمٰن کیلانیؒ کا ہے]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تین صورتوں کے علاوہ باقی جتنی بھی شکلیں بنتی ہیں (اور وہ بہت سی بن جاتی ہیں) سب قطعی طور پر حرام ہیں۔ مثلاً عورت تو تندرست ہے مگر مرد بیمار ہے۔[۲] اب وہ اپنے خاوند کی مرضی سے اپنا بیضہ دیتی اور ٹیوب میں کسی غیر مرد کا نطفہ ملاپ کروا کر اس کو اپنے رحم میں رکھ لیتی ہے، یا کسی غیر مرد کا نطفہ پچکاری کے ذریعہ یا کسی دوسرے غیر فطری ذریعہ سے اپنے رحم میں ڈال یا ڈلوا لیتی ہے، تو یہ سب صورتیں حرام ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی عورت اپنا رحم عاریۃً یا معاوضۃً دینے پر آمادہ ہو جائے تو تخم ریزی اور خواہشات کی تکمیل کی بیسیوں شکلیں نکل آتی ہیں جو سب حرام ہیں۔ اگر اس قسم کی حرام کاری کی ایک دفعہ راہ کھل گئی تو یہ اتھاہ گہرائیوں تک پہنچ کر ہی دم لے گی، جس کی تباہ کاریوں اور ہولناک نتائج کا ہم سرِ دست تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ ایسی تمام ناجائز صورتوں کو قانوناً بند کر دے۔ رہی جائز صورتیں تو ان کا استعمال بھی صرف مجبوری کی صورتوں میں نہایت محتاط طریقہ سے ہونا چاہیے۔ ورنہ جائز صورتوں کے

---

(۱) [ہندوؤں میں ایسی صورتِ حال کا حل ان کا مشہور مسئلہ "نیوگ" ہے۔ نیوگ یہ ہوتا ہے کہ ایسا بیمار خاوند اپنی بیوی کو کسی مندر کے ایسے پروہت کے پاس لے جاتا ہے جس کی اسی غرض کے لیے تربیت کی جاتی ہے۔ یہ میاں بیوی اس پروہت کو نذرانہ گزارتے ہیں۔ پھر میاں، بیوی کو اس کے پاس چھوڑ جاتا ہے، تاکہ وہ پروہت اس عورت سے ہمبستری کرے۔ اس طرح عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ نسبی لحاظ سے بھی میاں کا بچہ ہی متصور ہوتا ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے بھینسوں کی بہتر نسل کشی کے لیے سانڈ پالے جاتے ہیں۔ پھر جس طرح سانڈ کا مالک بھینس سے ملاپ کی اجرت وصول کرتا ہے اس طرح پروہت ملاپ (عسب) کا نذرانہ وصول کرتا ہے۔

بعض جاہل صوفیاء میں "نوراتا" کا تصور یہیں سے آیا ہے کہ اسی غرض سے نوراتوں کے لیے بیوی درویش کے پاس چھوڑی جاتی ہے، جو واضح زنا ہونے کے باوصف نذرانہ کے نام پر صریح حرام کمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے موجب تو ایسی کمائی جانوروں میں بھی منع ہے۔ اسے کسب الفحل کہتے ہیں یعنی نر سے جفتی کرانے کی کمائی۔ اس کے برعکس اسلام میں ایسی صورتِ حال کا حل یہ ہے کہ عورت اگر ایسے بیمار مرد کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہے تو فبہا، ورنہ مرد کو چاہیے کہ اسے طلاق دے دے اور اگر مرد طلاق نہیں دیتا، تو عورت بذریعہ عدالت طلاق لے سکتی ہے۔ بعد ازاں وہ کسی تندرست مرد سے شادی کر لے]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادانہ استعمال سے بھی خطرہ لاحق ہوسکتا ہے کہ اس طرح آہستہ آہستہ ناجائز صورتوں کی بھی کہیں راہ نہ کھل جائے۔(ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب!)(۱)

(۱) [بشکریہ ماہنامہ 'محدث' لاہور(دسمبر ۱۹۸۷ء جلد ۱۸ عدد ٤ صفحہ ۲۷ تا ۳۷)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل : ۳

انتقالِ خون (خون کا عطیہ دینے) کی شرعی حیثیت

زندگی قائم رکھنے میں خون بڑا مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ ایک صحت مند انسان میں کم وبیش ۵ لیٹر خون ہر وقت موجود رہتا ہے اور اس میں سے بھی تقریباً آدھا لیٹر خون اطبا کے بقول اضافی (ریزرو) ہوتا ہے جو اگر چوٹ وغیرہ لگنے سے بہہ نکلے تو اس سے انسان کو جسمانی طور پر کمزوری اور نقاہت تو ہوتی ہے مگر جلد ہی انسانی بدن خون کی اتنی مقدار اور پیدا کر لیتا ہے۔ شاید یہ اضافی خون اللہ تعالیٰ نے رکھا ہی اس لیے ہوتا ہے کہ چوٹ وغیرہ کی صورت میں اس کے ضائع ہونے سے انسانی زندگی ضائع نہ ہو سکے علاوہ ازیں دور حاضر میں تو یہی اضافی خون کسی شخص کی زندگی بچانے کے لیے بھی استعمال میں لایا جا سکتا ہے اور عملی طور پر وسیع پیمانے پر دنیا بھر میں ایسا ہو بھی رہا ہے۔

میڈیکل سائنس میں ترقی کی بدولت بہت سی سہولیات پیدا ہو چکی ہیں۔ کسی دور میں یہ ممکن نہیں تھا کہ کسی ایسے شخص کے جسم میں خون منتقل کیا جا سکے جس کا اپنا خون کسی حادثہ وغیرہ کے نتیجہ میں بڑی مقدار میں ضائع ہو چکا ہو۔ نتیجۃً خون کی کمی سے ایسا شخص زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا مگر اب صورتحال بدل چکی ہے اور علم طب نے یہ ممکن کر دکھایا ہے کہ ایک انسان کا اضافی خون بغیر کسی تکلیف اور چیر پھاڑ کئے حاصل کر کے کسی ایسے شخص کے جسم میں داخل کر دیا جائے جسے خون کی اشد ضرورت ہے اور اسے دوسرے شخص کا اسی طرح جزو بدن بنا دیا جائے جس طرح کہ یہ اس کا اپنا خون ہے تاکہ اس کا جسم اسے قبول کر لے اور کوئی مضر اثرات یا ردعمل ظاہر نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتقال خون کے سلسلہ میں درج ذیل باتیں اطبا کے ہاں مسلم ہیں:

۱۔ ہر صحت مند انسان ۱۸ سال سے لے کر ۶۵ سال تک خون کا عطیہ دے سکتا ہے۔

۲۔ ہر انسان میں کم وبیش ۵ لیٹر خون ہوتا ہے۔

۳۔ اس میں سے تقریباً آدھا لیٹر خون اضافی (ریزرو) ہوتا ہے۔

۴۔ ہر انسان بغیر کسی تکلیف کے تین ماہ بعد دوبارہ خون کا عطیہ دے سکتا ہے کیونکہ جو خون بطور عطیہ جسم سے نکالا گیا ہے وہ تین ماہ میں دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے۔

۵۔ خون کے بہت سے اجزا ایسے بھی ہیں جو خون دینے کے بعد ۲۴ گھنٹے سے ۴۸ گھنٹے میں پورے ہو جاتے ہیں۔

۶۔ درست طریقہ سے محفوظ کیا گیا خون تین سے چار ماہ تک قابل استعمال رہتا ہے۔

اس کے علاوہ انتقال خون کے سلسلہ میں درج ذیل باتیں بھی بطور ہدایت مدنظر رکھی جاتی ہیں:

۱۔ کسی شخص کا خون دوسرے کو نہیں لگ سکتا جب تک کہ دو شرطیں پوری نہ ہوں: ایک تو یہ کہ دونوں شخصوں کے خون کا گروپ ایک ہو اور دوسری یہ کہ وہ خون ایک دوسرے کی موافقت (میچ) بھی کرتے ہوں۔ اس لیے خون ہمیشہ لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد ہی استعمال کرنا چاہیے۔

۲۔ نشہ کرنے والے یا خطرناک امراض میں مبتلا افراد کا خون دوسرے شخص کے جسم میں منتقل کرنے سے اسے بھی نشہ یا بیماری کے اثرات لاحق ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کا خون ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔

۳۔ موسم گرما میں جوس اور موسم سرما میں نیم گرم دودھ کا استعمال خون دینے کے بعد مفید ہے۔

۴۔ صحت مند خواتین بھی ڈاکٹر سے مشورہ کے بعد خون کا عطیہ دے سکتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ایک ہی وقت میں آدھے لیٹر سے زیادہ خون کا عطیہ دینے سے گریز کرنا چاہیے۔

یہ تو تھی انتقالِ خون کی طبی اور واقعاتی صورت ،اب ہم اس سلسلہ میں پیدا ہونے والے شرعی مسائل کا جائزہ لیں گے۔

انتقال خون کے سلسلہ میں درج ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں داخل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲۔انتقال خون سے حرمتِ نسب ثابت ہوگی یا نہیں؟اگر ثابت ہوگی تو کیا میاں بیوی کا ایک دوسرے کو خون دینے سے ان کا نکاح تو متاثر نہیں ہوگا؟

۳۔اگر خون دینا جائز ہے تو کیا اس کی خرید وفروخت اور اس مقصد کے لیے بلڈ بینک کا قیام بھی جائز ہے؟

۴۔فاسق وفاجر مسلمان یا غیر مسلم سے خون لینا جائز ہے؟

پہلا سوال: ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں داخل کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب سے پہلے دو باتیں یاد رہیں کہ ایک تو یہ کہ خون بذات خود حرام ہے اور دوسری یہ کہ خون انسان کا جزو بدن ہے جیسا کہ گزشتہ تفصیلات سے معلوم ہو چکا ہے تو کیا کسی حرام چیز یا انسان کے جزو بدن سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟یعنی مذکورہ سوال کے مذکورہ بالا دو پہلو ہیں اور ان دونوں پہلوؤں کا ذیل میں جائزہ لیا جاتا ہے:

(۱) پہلا پہلو تو یہ ہے کہ خون حرام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ قرآن وسنت اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ خون حرام ہے۔بطور مثال چند دلائل درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ ﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ﴾

''تم پر مردار ،خون ،خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پکارا گیا ہو، حرام ہے۔'' [البقرہ۔۱۷۳]

۲۔ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾

''تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو۔'' [المائدہ۔۳]

۳۔ ﴿قُلْ لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾

''(اے نبیؐ) آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ یہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو (اس طرح کہ اسے) غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو'' [الانعام۔۱۴۵]

۴۔ ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾

''تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو، حرام ہے۔'' [النحل۔۱۱۵]

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ خون اسی طرح حرام ہے جس طرح مردار اور سؤر کا گوشت وغیرہ۔ اور جو چیز حرام ہو اسے بطور غذا استعمال کرنا یا اس کی خرید و فروخت کے ذریعے فائدہ اٹھانا بھی کار گناہ ہے ماسوائے اس صورت کے جسے شریعت نے مستثنیٰ قرار دیا ہو مثلاً:

۱۔ کتا حرام ہے اور اسے گھر میں رکھنا ناجائز ہے لیکن تین مقاصد کے لیے اسے رکھا جا سکتا ہے یعنی گھر بار اور غلہ مویشی وغیرہ کی حفاظت اور شکار کے لئے اور ان مقاصد کے لیے اگر انہیں خریدنا پڑے تو وہ بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"من أمسک کلبافانه ینقص کل یوم من عمله قیراطاالاکلب غنم أوحرث أو صید"

''جس شخص نے کتا رکھا،اس کے روزانہ کے اعمال میں سے ایک قیراط ثواب کم کیا جاتا رہے گا،البتہ تین صورتوں میں کتا رکھنے کی اجازت ہے:

۱۔کھیتی (اور ڈیرے وغیرہ) کی حفاظت کے لئے

۲۔مویشی وغیرہ کی حفاظت کے لئے

۳۔شکار کرنے کے لئے۔''(۱)

۲۔سؤر،مردار اور خون وغیرہ کا بطور خوراک استعمال حرام ہے البتہ اضطراری صورت اس سے مستثنیٰ ہے یعنی اگر کسی کو بھوک کے پیش نظر ہلاکت کا اندیشہ ہو اور مذکورہ حرام چیزوں کے علاوہ اور کوئی چیز میسر نہ ہو تو جان بچانے کی خاطر بقدر ضرورت ان کا استعمال جائز ہو جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا چار آیات جن میں ان حرام چیزوں کا تذکرہ ہے ان میں حالت اضطرار کو بھی ساتھ ہی مستثنیٰ بھی قرار دیا گیا ہے اب یہی آیات اضطراری حالت کے استثنا کے الفاظ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے:

۳۔﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِاللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَبَاغٍ وَّلَاعَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [البقرہ۔۱۷۳]

''تم پر حرام کیا گیا مردار،خون،خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا نہ ہو اور زیادتی کرنے والا نہ ہو تو اس پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''

۲۔﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآاُهِلَّ لِغَيْرِاللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ

(۱) [بخاری:کتاب الحرث والمزارعة:باب اقتناء الکلب للحرث۔۔۔(۲۳۲۲)مسلم: کتاب: المساقاة:باب الامر بقتل الکلاب۔۔۔(۱۵۷۷)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو۔ پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو (تو ان چیزوں کے کھا لینے میں) اللہ تعالیٰ معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے۔'' [المائدہ۔۳]

۳۔ ﴿قُلْ لَّآ أَجِدُ فِيْ مَآ أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهُ إِلَّآ أَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [الانعام۔۱۴۵]

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ یہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو (اس طرح کہ اسے) غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور و رحیم ہے۔''

۴۔ ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [النحل۔۱۱۵]

''تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو، حرام ہے، پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا نہ ہو اور زیادتی کرنے والا نہ ہو تو (اس پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں) بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''

ان آیات کی روشنی میں فقہا نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے کہ

الضرر یزال رضرر (ہر قسم کی مشقت اور تکلیف وغیرہ) کو دور کیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس کے ذیلی قواعد میں یہ تفصیلات ہیں کہ

"الضرورات تبیح المحظورات ضرورتیں ممنوع اشیا کو جائز کر دیتی ہیں"

"ماابیح للضرورة یتقدر بقدرها ضرورت کی وجہ سے صرف اسی قدر اشیا جائز ہوتی ہیں جس قدر ان کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔"(۱)

قرآن وسنت سے ماخوذ مذکورہ بالا مسلمہ قواعد سے معلوم ہوا کہ خون اگرچہ حرام ہے لیکن اگر کسی شخص کو شدت بھوک کی وجہ سے ہلاکت کا اندیشہ ہو اور خون کے علاوہ اور کوئی چیز اس کے پاس موجود نہ ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے خون پی سکتا ہے۔ اسی طرح اگر حادثہ وغیرہ کی صورت میں کسی شخص کا خون ضائع ہو جائے تو جدید طبی سہولیات کے پیش نظر کسی دوسرے شخص کا خون اس کے جسم میں منتقل کر کے اس کی جان بچائی جا سکتی ہے کیونکہ یہ حالت اضطرار ہے اور حالت اضطرار میں حرام اشیا کو بقدر ضرورت استعمال میں لانا قرآن وسنت ہی کے دلائل کی رو سے جائز ہے۔

انتقال خون اور بعض شبہات

پہلا شبہ:

یہاں ضمنی طور پر ایک یہ شبہہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ انتقال خون ایک دوا اور ذریعہ علاج بن چکا ہے لیکن خون بنیادی طور پر حرام ہے اور حرام چیز کو بطور علاج استعمال کرنے سے

(۱) [ان قواعد کی تفصیلات کے لئے دیکھئے: الاشباہ والنظائر، لابن نجیمؒ (ص ۸، نیز ص ۸۵) نیز دیکھئے: الاشباہ والنظائر، للسیوطیؒ ..... وغیرہ

واضح رہے کہ یہاں 'ضرورت' سے مراد وہ مفہوم نہیں جو اُردو زبان میں لفظ ضرورت کے لئے مستعمل ہے بلکہ یہاں اس سے مراد وہ مفہوم ہے جسے اُردو میں لفظ مجبوری (یعنی اضطراری حالت) کے لفظ سے ادا کیا جا سکتا ہے یعنی اگر کسی شخص کو شدت بھوک کی وجہ سے ہلاکت کا اندیشہ ہو اور خنزیر کے گوشت کے علاوہ اور کوئی چیز اس کے پاس موجود نہ ہو تو یہ اس کی مجبوری ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے اس حرام گوشت کو کھا لے، لیکن صرف اتنا جتنے کے ساتھ اس کی جان بچ سکتی ہو۔]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

معاویہ

''لا تتداووا بحرام / حرام چیز کو بطور دوا اختیار نہ کرو''(۱)

اس کی ایک توجیہ تو یہ ہے کہ حرام چیز سے علاج وغیرہ حرام ہی ہے لیکن جہاں ہلاکت وضرر کا اندیشہ ہو اور حرام چیز کے علاوہ کوئی متبادل بھی موجود نہ ہو، تو وہاں حرام چیز کا استعمال ازراہ اضطرار جائز ہو جاتا ہے اور یہی صورت انتقال خون کے مسئلہ میں بھی پائی جاتی ہے۔

اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ خون کو بطور علاج استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ خون چونکہ قوام حیات ہے اس لئے مریض کی صرف زندگی قائم رکھنے کے لئے اس کے جسم میں خون داخل کیا جاتا ہے، باقی رہا اس کے علاج معالجے کا مسئلہ تو وہ دیگر ادویات ہی کے ذریعے کیا جاتا ہے نا کہ خون کے ذریعے!

دوسرا شبہ:

(۲) دوسرا شبہ یہ ہے کہ خون انسان کا جزو بدن بھی ہے اور آیا انسان کے کسی جزو سے کوئی دوسرا انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اٹھا سکتا ہے تو اس کی کیا حدود و شرائط ہیں؟

---

(۱) [ابو داؤد :کتاب الطب :باب فی الادویة المکروهة(۳۸٦٦)اگر چہ اس کی سند میں ضعف ہے تاہم اس کا مفہوم دیگر روایات کی رو سے صحیح ہے۔
اس طرح ایک صحابیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرتؐ سے شراب کے استعمال کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے اجازت نہ دی ۔وہ صحابی کہنے لگے :اللہ کے رسولؐ! یہ تو بطور دوا استعمال ہوتی ہے۔آپؐ نے فرمایا:''لا ولکنها داء/نہیں، بلکہ یہ تو خود بیماری ہے''
دیکھئے:ابو داؤد :ایضا:(۳۸۷۰)ترمذی:کتاب الطب:باب ماجاء فی کراهیة التداوی بالمسکر(۲۰٤٦)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خون کے جزو بدن کے حوالے سے یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اجزائے بدن دوطرح کے ہیں؛ ایک تو وہ جنہیں اگر جسم سے الگ کیا جائے تو وہ دوبارہ پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً ناخن، بال وغیرہ اور دوسرے وہ جنہیں اگر الگ کیا جائے تو وہ دوبارہ پیدا نہیں ہوتے مثلاً ہاتھ، آنکھیں، گردے وغیرہ۔ خون ان میں سے اول الذکر صورت سے تعلق رکھتا ہے یعنی اگر جسم کے کسی حصہ سے کچھ خون بہہ نکلے تو کچھ عرصہ بعد اتنا خون دوبارہ جسم میں پیدا ہو جاتا ہے یہی صورت حال ماں کے دودھ کی بھی ہے۔ اس لیے جو حکم خون کے بارے میں ہوگا ضروری نہیں کہ من وعن وہی حکم دیگر اعضائے بدن کے بارے میں بھی ہو، اس لئے دیگر اعضائے بدن کے مقابلہ میں انتقال خون کا مسئلہ قدرے مختلف ہے۔ یہاں صرف انتقال خون کی بحث کی جاتی ہے جبکہ دیگر اعضا کی منتقلی کی شرعی حیثیت پر اگلے صفحات میں الگ سے تفصیلی بحث کی جائے گی ان شاء اللہ۔

ایک انسان کا خون، دوسرے انسان کے جسم میں داخل کرنا ایک جدید فقہی وطبی مسئلہ ہے اس لیے عہد نبویؐ میں اس کے بارے میں ہمیں کوئی نص (قرآن وحدیث) نہیں ملتی۔ تاہم اس سے ملتی جلتی ایک چیز ایسی ہے جس سے کافی راہنمائی مل سکتی ہے اور وہ ہے 'عورت کا دودھ'

جس طرح خون انسان کا جزو بدن ہے اس طرح بچے کی ولادت کے بعد عورت کا دودھ بھی اس کے ایک جزو کی حیثیت سے پیدا ہوتا ہے اور ایک عرصہ تک نومولود کی غذا کے طور پر استعمال ہوتا ہے بلکہ نومولود کے لیے اس سے بہتر اور کوئی غذا نہیں ہوتی۔ اب یہ دودھ اگرچہ عورت کا جزو بدن ہوتا ہے مگر نومولود کی غذا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس سے کم از کم یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ ایک انسان کا کوئی جزو بدن دوسرے انسان کے لیے قابل استفادہ بھی ہوسکتا ہے! جزو بدن ہونے کے لحاظ سے دودھ اگرچہ بڑی حد تک خون کی نظیر ہے مگر درج ذیل وجوہات کی بنا پر خون کو دودھ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ خون کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے جبکہ دودھ کو غذا قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''یرضعن اولادھن حولین کاملین''
مائیں اپنے بچوں کو دو سال تک دودھ پلائیں'' [البقرہ۔۲۳۳]
اور جو چیز غذا ہو وہ حرام نہیں ہوتی اور جو حرام ہو وہ غذا نہیں ہوتی!

۲۔ دودھ کو عورت کے جسم میں پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ نومولود کی غذا بن سکے۔ اس لیے جب یہ عورت کے جسم سے نکلتا اور نومولود کی غذا بنتا ہے تو اس سے عورت کو کوئی ضرر، مشقت یا تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اگر اسے جسم ہی میں رہنے دیا جائے تو مضرت کا قوی اندیشہ ہے جبکہ خون کا معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی خون کو قوام حیات بنا کر جسم میں رہنے ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور اگر یہ جسم سے بہہ نکلے تو انسان کا زندہ رہنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

۳۔ جس طرح دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اسی طرح اگر دودھ پر خون کو قیاس کیا جائے تو پھر خون دینے والوں کے درمیان بھی اس حرمت نسب کا فتوی دیا جانا چاہیے۔ اور پھر اسی بنیاد پر میاں بیوی کا ایک دوسرے کو خون کا عطیہ دینا بھی حرام ہونا چاہیے۔

پہلے دو اعتراض اتنے قوی ہیں کہ انہیں مدنظر رکھتے ہوئے واقعی خون کو دودھ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی یہاں قیاس مقصود ہے بلکہ یہاں خون اور دودھ کے جزو بدن ہونے کے لحاظ سے ایک جزوی مماثلت کی طرف اشارہ ہے، اس لیے تیسرا اعتراض خود بخود رفع ہو جاتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ خون حرام ہے اور دودھ حلال، تو اس میں بھی کوئی شک نہیں بلکہ اسے حرام سمجھتے ہوئے وہی رائے اختیار کی جائے گی جو دوسری حرام چیزوں کے بارے میں ہے یعنی:

۱۔ خون حرام ہے اور اس کی حرمت قرآن وسنت واجماع امت سے ثابت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔دوسری حرام چیزوں کی طرح حالت اضطرار میں بقدر ضرورت اس کا استعمال جائز ہے۔
۳۔بشرطیکہ مریض کی جان خطرے میں ہواوراس کے بچاؤ کے لیے خون کے علاوہ کوئی متبادل دوانہ ہوتوازراہ ضرورت خون دیا جاسکتا ہے۔
۴۔یاجان تو خطرے میں نہ ہومگر معالج کے 'بقول صحت بدن کے لیے خون ناگزیر ہو چکا ہوتوازراہ 'حاجت' خون کا استعمال جائز ہے۔
۵۔محض قوت وطاقت بڑھانے یا حسن میں اضافہ کرنے کی خاطر خون کا استعمال نہ کیا جارہا ہو۔

تیسرا شبہ اور دوسرا سوال: انتقال خون سے حرمت نسب ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تو خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے تو پھر لامحالہ یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کیونکہ دودھ پینے سے اگر حرمت نسب ثابت ہوتی ہے تو پھر انتقال خون سے بھی حرمت نسب ثابت ہونی چاہیے۔اس لیے کہ دودھ بھی جزو بدن ہے اور خون بھی ،دودھ بھی غذائیت مہیا کرتا ہے اور خون بھی (خون کے غذائیت مہیا کرنے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب عورت کو حمل ہوتا ہے تو اسے ماہواری کا خون آنا بند ہو جاتا ہے کیونکہ یہ خون بچے کی غذا بن جاتا ہے اور جب تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تب تک یہ خون اس کی غذائیت کا کام دیتا ہے اور پیدائش کے بعد اس کی جگہ ماں کا 'دودھ' لے لیتا ہے)

مذکورہ بالا سوال تب پیدا ہوتا ہے جب خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے اور اگر یہ قیاس نہ کیا جائے تو تب یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور گذشتہ سطور میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ خون کو دودھ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حرمتِ خون کی علت شارع کی طرف سے بیان نہیں کی گئی کہ اسے بنیاد بنا کر کسی اور چیز کو اس پر قیاس کرنا ممکن ہو پاتا۔باقی رہا انتقال خون کے جواز کا مسئلہ تو اس کے جواز کے کچھ اور پہلو موجود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جن کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے، تاہم اگر بالفرض انتقال خون کو دودھ پر قیاس کر بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ دودھ سے حرمت رضاعت نومولود کے ابتدائی دو سالوں کے بعد ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے اگر دو سال کے بعد کسی بچے یا بڑے کو کسی شخص کا خون منتقل کیا جائے تو اس سے حرمت نسب ثابت نہیں ہوگی، اسی طرح میاں بیوی اگر ایک دوسرے کو خون دیتے ہیں تو ان کا نکاح اس سے متاثر نہیں ہوگا۔

سوال نمبر۳: خون کی خرید وفروخت اور بلڈ بنک کا قیام جائز ہے؟

خون بذات خود ایک حرام چیز ہے اور حرام چیز سے نفع اٹھانا جس طرح حرام ہے اسی طرح اسے مال تجارت اور خرید وفروخت کا ذریعہ بنانا بھی حرام ہے لیکن اگر کسی مریض کو خون کی اشد ضرورت ہو اور بلا قیمت خون کا حصول ممکن نہ ہو تو از راہ مجبوری قیمتاً خون خریدنا بھی جائز ہے۔ اور لوگوں کو بروقت خون کی اشد ضرورت کی خاطر پیشگی طور پر بلڈ بنک کا قیام بھی از روئے ضرورت جائز ہے۔

سوال نمبر۴: فاسق وفاجر مسلمان یا غیر مسلم سے خون لینا جائز ہے؟

غیر مسلم سے خون لینے کے جواز پر بظاہر کوئی ممانعت نہیں ہے، تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ کافر وفاسق کے خون میں بد اثرات ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے ایک مسلمان کی روحانی زندگی پر منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ ایسے شخص کا خون استعمال کیا جائے جو متقی اور باعمل مسلمان ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو فاسق وفاجر مسلمان یا غیر مسلم کا خون بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل : ۴

'مسئلہ انتقالِ خون' اور معروف اہل علم کے فتاوٰی

عرب علماء کے فتاوٰی

انتقال خون کے حوالہ سے عرب وعجم کے علما کی رائے بالاتفاق یہ ہے کہ حالتِ اضطرار میں خون کا عطیہ دیا جاسکتا ہے بلکہ اکثر وبیشتر اہل علم تو خون کا عطیہ دینے پر لوگوں کو رغبت بھی دلاتے ہیں۔عرب علماء کے فتاوی آئندہ صفحات میں 'اعضا کی پیوند کاری' کے ضمن میں آرہے ہیں ،اس لئے اس فصل میں ہم صرف پاکستان کے چند ایک معروف اہل علم کے فتاوی پر اکتفا کریں گے۔

عطیہ خون کے بارے میں سوالات اور معروف حنفی اہل علم کے فتاوٰی

۱۔ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔اگر جائز ہے تو کیا اس کام کے لئے کسی انسان کا خون صرف رضا کارانہ بلا معاوضہ لیا جاسکتا ہے یا معاوضہ دے کر خرید وفروخت بھی جائز ہے؟

۳۔کیا اس معاملہ میں مسلم وغیر مسلم کے خون میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے؟

۴۔کیا اس خون کا اثر میاں بیوی کے باہمی نکاح کی حلت وحرمت پر بھی پڑتا ہے؟

(۱) الجواب از مفتی شفیعؒ ،محمد یوسف بنوریؒ وغیرہ:

۱۔خون انسان کا جز ہے اور جب بدن سے نکال لیا جائے تو وہ نجس اور ناپاک بھی ہے، اس کا اصل تقاضا یہ ہے کہ عام حالات میں ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا حرام ہو،اجزائے انسانی کی تکریم بھی اس کی مقتضی ہے اور اس کا نجاست غلیظہ ہونا بھی حرمت ہی کا مقتضی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" قال الامام شافعیؒ فی الام ،وان ادخل دما تحت جلده فنبت علیه فعلیه ان یخرج هذا الدم ویعید کل صلوٰة صلاها بعدادخاله الدم تحت جلده"

(کتاب الام ص ۵۴ جلد اول)

لیکن اضطراری حالات اور عام معالجات اور دوا میں شریعتِ اسلام کی دی ہوئی سہولتوں میں غور کرنے سے امور ذیل سامنے آئے:

اول یہ کہ خون کے استعمال کی حرمت دو وجہ سے ہو سکتی ہے:

۱) ایک یہ کہ خون انسان کا جزء ہے اور جزء انسان کا استعمال جائز نہیں ہوتا۔

۲) دوم یہ کہ خون نجس اور حرام ہے۔

جہاں تک پہلی وجہ یعنی اس کے جز وانسان ہونے کا تعلق ہے، اس میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خون اگرچہ انسانی جز ہے مگر اس کو دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنے کے لئے اعضاء انسانی میں کانٹ چھانٹ کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ انجکشن کے ذریعہ خون نکالا اور دوسرے بدن میں ڈالا جاتا ہے اس لئے اس حیثیت سے اس کی مثال انسانی دودھ کی سی ہوگی جو بدن کا جز بنتا ہے اور شریعت اسلام نے بچہ کی ضرورت کے پیش نظر انسانی دودھ ہی کو اس کی غذا قرار دیا ہے اور بچوں کو ماں کا دودھ پلانا صرف جائز نہیں بلکہ عام حالات میں واجب قرار دیا ہے۔

بچوں کے علاوہ بڑوں کے لئے بھی دوا علاج کے لئے عورت کے دودھ کو حضرات فقہا نے جائز قرار دیا ہے۔ عالمگیری میں ہے: ولاباس بان یسعط الرجل بلبن المراة ویشربه للدواء (عالمگیری مصری ص ۱۱۲ جلد ۴)

اس لئے جزء انسانی ہونے کی حیثیت سے اگر خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے تو کچھ بعید قیاس نہیں لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح شریعت اسلام نے عورت کے دودھ کو جزء انسانی ہونے کے باوجود ضرورت کی بناء پر بچوں کے لئے جائز کر دیا ہے، اسی طرح ضرورت کی بنا پر خون دینا بھی جائز ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب خون کا استعمال حرام ہونے کی دوسری وجہ رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ خون ناپاک ہے اب یہ تداوی بالمحرم میں داخل ہوگا جس کی تفصیل مقدمے میں گذر چکی ہے۔ بناء علیہ مریض کو خون دینے کے حکم میں یہ تفصیل ہے:

(۱) جب خون دینے کی ضرورت ہو یعنی کسی کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں اس کی جان بچنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہ ہو تو خون دینا جائز ہے۔

(۲) جب ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دینے کی حاجت ہو یعنی مریض کی ہلاکت کا خطرہ تو نہ ہو لیکن ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دیئے بغیر صحت کا امکان نہ ہو اس وقت بھی خون دینا جائز ہے۔

(۳) جب خون نہ دینے کی گنجائش ہے مگر اس سے اجتناب بہتر ہے۔ لمافی الهندية وان قال الطبيب يتعجل شفاء ک فيه وجهان (ص۳۵۵ جلد۵)

(۴) جب خون دینے سے محض منفعت یا زینت مقصود ہو تو ایسی صورت میں خون دینا ہرگز جائز نہیں۔

سوال دوم: کیا کسی مریض کو خون دینے کے لئے اس کی خرید وفروخت اور قیمت لینا بھی جائز ہے؟

الجواب: خون کی بیع تو جائز نہیں لیکن جن حالات میں جن شرائط کے ساتھ نمبر اول میں مریض کو خون دینا جائز قرار دیا ہے ان حالات میں اگر کسی کو خون بلا قیمت نہ ملے تو اس کے لئے قیمت دے کر خون حاصل کرنا بھی جائز ہے مگر خون دینے والے کے لئے اس کی قیمت لینا درست نہیں۔ حضرات فقہاء کی تصریحات اس مسئلہ میں حسب ذیل ہیں:

فامابيع لبن الآدميات فقال احمد اكرهه واختلف اصحابنافي جوازه فظاهر كلام الخرقي جوازه لقوله "وكل مافيه المنفعة" وهذا قول ابن حامد ومذهب الشافعي وذهب جماعة من اصحابنا الى تحريم بيعه وهو مذهب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابی حنیفة لا نه مائع خارج من آدمیة فلمه یجزبیعه کالعر ق ولانه من آدمی فاشبه سائر اجزاء ه والاول اصح لانه لبن طاهر منتفع به....

سوال سوم: کسی غیر مسلم کا خون مسلم کے بدن میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: نفس جواز میں کوئی فرق نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق فاجر انسان کے خون میں جو اثرات خبیثہ ہیں ان کے منتقل ہونے اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا خطرہ قوی ہے، اسی لئے صلحاء امت نے فاسق وفاجر عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہیں کیا۔ بناعلیہ، کافر اور فاسق فاجر انسان کے خون سے تابمقدور اجتناب بہتر ہے۔

سوال چہارم: شوہر بیوی کے خون کا باہم تبادلہ؟

الجواب: شوہر کا خون بیوی کے بدن میں یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں داخل کرنے سے نکاح پر شرعا کوئی اثر نہیں پڑتا، نکاح بدستور قائم رہتا ہے، کیونکہ شریعت اسلام نے محرمیت کو نسب، مصاہرت، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، ان سے تجاوز کرنا درست نہیں اور رضاعت سے ثبوت محرمیت بھی مدت رضاعت کے ساتھ خاص ہے۔ مدت رضاعت یعنی اڑھائی سال عمر (بمطابق فقہ حنفی، ناقل) کے بعد دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ کماهو مسرح ومفصل فی عامة کتب الفقه والله سبحانه وتعالیٰ اعلم!

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (دارالعلوم کراچی) تصدیقات شرکاء مجلس:

رشید احمد، مفتی دارالافتاء والارشاد کراچی۔ محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفی عنہ، مدرس دارالعلوم کراچی۔ ولی حسن ٹونکی غفرلہ، مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی۔ محمد رفیع عفا اللہ عنہ، مدرس وناظم مدرسہ ابتدائیہ دارالعلوم کراچی، محمد یوسف عفا اللہ عنہ بنوری، بانی مدرسہ عربیہ، کراچی۔ (۱)

(۱) [دیکھئے: انسانی اعضاء کی پیوند کاری .....از مفتی محمد شفیع ؒ ص ۲۴ تا ۲۸)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودیؒ اور مولانا گوہر رحمانؒ کا فتویٰ

مولانا گوہر رحمانؒ اپنی کتاب 'تفہیم المسائل' حصہ اول ص ۲۳۸ میں رقم طراز ہیں کہ

قرآن کریم میں انسانوں اور جانوروں کے خون کو ناپاک ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے، ملاحظہ کیجئے: البقرۃ ۱۷۳۔ المائدۃ ۳۔ الانعام ۱۴۶۔ النحل ۱۱۵۔

اس لئے جب متبادل موجود ہو اور مریض کی موت یا ناقابل برداشت تکلیف کا خطرہ نہ ہو تو محض قوت بڑھانے یا حسن پیدا کرنے کے لئے خون دینا ایک حرام چیز کا بلا ضرورت استعمال ہو گا، جو جائز نہیں ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ" لاتداووا بالمحرم/حرام چیز سے علاج نہ کرو" (ابوداؤد) اس مضمون کی احادیث بخاری میں بھی موجود ہیں لیکن اضطراری حالت میں حرام چیزوں کا استعمال بقدر ضرورت خود قرآن کریم کی چار آیتوں سے ثابت ہے:

(۱) ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [البقرہ۔۱۷۳]

(۲) ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [المائدہ۔۳]

۳۔ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [الانعام۔۱۴۵]

۴۔ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [النحل۔۱۱۵]

ان چاروں آیات کا مفہوم یہ ہے کہ اضطراری حالت میں وہ چیزیں حلال ہیں جن کو ان آیات میں حرام کیا گیا ہے جن میں خون بھی شامل ہے بشرطیکہ حقیقی ضرورت ہو اور ضرورت سے زائد استعمال نہ کی جائیں۔ اس بارے میں مسلمان اور غیر مسلم کا بھی فرق نہیں ہے اور میاں بیوی کا فرق بھی نہیں ہے، اس لیے کہ ان آیات میں پہلے خون کو مطلقاً حرام کہا گیا ہے اور پھر اضطرار کی حالت میں مطلقاً حلال قرار دیا گیا ہے مسلمان ہونے کی شرط بھی نہیں لگائی گئی اور شوہر یا بیوی نہ ہونے کی شرط بھی نہیں لگائی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضطرار کی حالت میں یعنی موت کے خطرے کی حالت میں خون دینا یا دوسری حرام چیزوں کا بقدر ضرورت استعمال کرنا تو بالاجماع جائز ہے۔اور مذکورہ آیات قرآنیہ سے ثابت ہے لیکن اگر موت کا خطرہ تو نہ ہو مگر بیماری اور تکلیف شدید ہو اور متبادل دوائی موجود نہ ہو تو کیا ایسی حالت میں بھی خون دینا یا کسی دوسری حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء اسلام کا اختلاف ہے مگر متاخرین فقہاء حنفیہ کا فتوی یہ ہے کہ اگر یقین یا ظن غالب یہ ہو کہ خون دینے سے مریض صحت یاب ہو جائے گا اور متبادل دوا میسر نہ ہو تو خون یا دوسری کسی حرام چیز کا استعمال جائز ہے مذکورہ حدیث کی ان حضرات نے یہ توجیہ کی ہے کہ یہ اس صورت کے بارے میں ہے جب کہ ''اضطرار'' کی حالت بھی نہ ہو اور ''حاجت شرعیہ'' بھی نہ ہو یعنی موت کا خطرہ بھی نہ ہو اور مرض شدید بھی نہ ہو یا متبادل دوا میسر ہو۔[عالمگیری، قاضیخان، بزازیہ کتاب الکراھیہ، مجموعہ شامی ص۱۹۴ ج۱]

متاخرین حنفیہ کا یہ فتوی صحیح ہے۔حضرت مولانا مفتی شفیعؒ کا فتوی بھی یہی ہے کہ ایسی حالت میں خون دینا جائز ہے۔[انسانی اعضاء کی پیوندکاری ص۲۴ تا ۲۶ از مفتی محمد شفیعؒ]

مولانا مودودیؒ کی تحقیق بھی یہی ہے۔[رسائل ومسائل جلد۲ صفحہ ۲۴۵ از مودودیؒ](۱)

خون کا عطیہ دینا جائز ہے، اہل حدیث علما کا فتوی

(۱) مولانا مبشر احمد ربانی؛ مفتی جماعۃ الدعوۃ، اہلحدیث

سوال: کسی مسلمان مریض آدمی کو خون دینا کیسا ہے؟

جواب: جب بوقت مجبوری ماہر حکماء یا ڈاکٹروں کے کہنے پر مریض کو خون کی

(۱) [تفہیم المسائل، از گوہر رحمان (حصہ اول صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہوتو خون کا عطیہ دینا جائز ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وقد فصل لکم ماحرم علیکم الاما اضطررتم الیه"

''جو کچھ تمہارے اوپر حرام کیا گیا ہے اس کی تفصیل اللہ نے بیان کردی ہے''

اور یہ بقدر ضرورت ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه (پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا نہ ہو اور زیادتی کرنے والا نہ ہو تو اس پر ان (حرام چیزوں) کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

المسلم اخو المسلم لایظلمه ولایسلمه من کان حاجة أخیه کان الله فی حاجة [متفق علیه]

''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے جو نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے کسی کے حوالے کرتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں لگا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت میں ہوتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت مسلمان کی حاجت پوری کرنا درست ہے اور یہ خون دینا حالت اضطرار میں بالکل صحیح ہے۔واللہ اعلم![1]

(۲) مولانا عبدالستار الحماد مفتی مرکزی جمعیت اہلحدیث

سوال: ملتان سے محمد شفیع دریافت کرتے ہیں کہ بوقت ضرورت کسی مریض کو خون دینا شرعاً کیسا ہے؟ کیا کوئی غیر محرم کسی عورت کو خون دے سکتا ہے؟

جواب: مریض کو بوقت ضرورت خون دینا دور حاضر کا ایک جدید مسئلہ ہے جس کی مثال قرون اولیٰ میں نہیں ملتی ویسے تو انسان کا خون حرام ہے اور یہ حرمت اس کے نجس

(۱) [دیکھئے جماعت الدعوۃ اہلحدیث کا نمائندہ مجلۃ "الدعوۃ" (فروری ۲۰۰۰ص ۳۳ج۱۱شمارہ ۲) فتوی ازمفتی مبشر احمد ربانی]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا پلید ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ اس کی حرمت اس کے احترام کے پیش نظر ہے، انسانی خون پلید نہیں ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دین اسلام کو بارگراں نہیں بنایا بلکہ وہ ہمارے ساتھ آسانی اور سہولت کا ارادہ رکھے ہوئے ہیں۔ نیز ضرورت کے وقت حرام چیز بھی مباح ہوجاتی ہے اس لئے انسانی خون دوسرے انسان کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا:

۱۔ کوئی ماہر ڈاکٹر خون کے استعمال کو ناگزیر قرار دے دے۔

۲۔ خون کے علاوہ کوئی دوسری متبادل چیز میسر نہ ہو جس سے مریض کی جان بچ سکے یا وہ صحت کے قابل ہو سکے۔

۳۔ محض قوت یا جسمانی حسن میں اضافہ کا ارادہ نہ ہو کیونکہ یہ ایک فیشن ہے ضرورت نہیں

۴۔ خون کا لینا دینا کسی کاروباری غرض سے نہ ہو۔

اس مقام پر ایک شبہ ہوسکتا ہے کہ حرام میں شفاء نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حرام اشیاء میں تمہارے لیے شفاء نہیں رکھی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الاشربہ) اس روایت کو مسند ابی یعلیٰ میں مرفوعا بیان کیا گیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حرام اشیاء سے دوا نہ کرو (سنن ابی داؤد کتاب الطب)

ان روایات کا تقاضا ہے کہ حرام اشیاء میں شفاء نہیں ہوتی، پھر انہیں بطور علاج استعمال کرنا چہ معنی دارد؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خون کا استعمال بطور دوا یا علاج نہیں ہے بلکہ خون اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ مریض علاج کے قابل ہوجائے اور خون کی گردش از سر نو جاری ہونے سے دوا کو موثر ہونے کو ممکن بنایا جاسکے کیونکہ خون کے نہ ہونے کی وجہ سے ادویات کا استعمال بے سود ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حضرات سے رابطہ کرنے سے یہی معلوم ہوا ہے کہ مریض کو جو خون دیا جاتا ہے وہ بطور دوا نہیں ہے بلکہ اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعے مریض کو علاج کے قابل بنایا جاتا ہے لہذا خون کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں۔ اگر کسی محرم کا گروپ مریض کے خون سے موافقت نہ رکھتا ہو تو غیر محرم کا خون عورت کو دیا جا سکتا ہے کیونکہ ایسا کرنا مجبوری کے پیش نظر ہے چنانچہ ایک اصول ہے کہ ضرورت کے پیش نظر حرام چیز مباح ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم![1]

(۳) مولانا محمود احمد میر پوری

موصوف نے یورپ سے اپنی ادارت میں نکلنے والے ماہنامہ 'صراط مستقیم' میں ایک سوال کے جواب میں ازراہ ضرورت خون کے عطیہ کو جائز قرار دیا ہے۔[2]

(۱) [ہفت روزہ 'اہلحدیث' لاہور (جلد ۳۳ شمارہ ۱۸، ۱۰ مئی تا ۱۶ مئی صفحہ ۵)]

(۲) [دیکھئے: فتاوی صراط مستقیم، از میر پوریؒ، (صفحہ ۵۴۵) طبع مکتبہ قدوسیہ، لاہور]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل : ۵

اعضا کی پیوند کاری کی شرعی حیثیت

میڈیکل سائنس میں ترقی کی بدولت امراض کی تشخیص اور ان کے طریقہائے علاج کے سلسلہ میں حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ بہت سے ایسے امراض جو کبھی ناقابل علاج خیال کئے جاتے تھے، اب ان کے طریقہائے علاج دریافت ہو چکے ہیں حتی کہ انسانی جسم کے بہت سے اہم اعضا (مثلاً دل، گردہ، آنکھ وغیرہ) اگر ناکارہ یا ضائع ہو جائیں تو ان کی جگہ مصنوعی، حیوانی اور انسانی اعضا کی پیوند کاری کر کے وہی کام لینا ممکن ہو گیا ہے جو یہ (قدرتی) اعضا قدرتی طور پر کرتے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ طبی میدان کی اس حیرت انگیز ترقی اور سائنسی پیش رفت کو بری نگاہوں سے نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ یہ تو انسانیت کی خدمت ہے اور خدمت ہونے کے ناطے اسے قابل صد تحسین نگاہوں سے دیکھنا اور اس کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیے۔ تاہم بحیثیت مسلمان ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے مختلف پہلوؤں کا ازروئے شریعت جائزہ لیں اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس نوع کی تبدیلیوں اور علاج سے فائدہ اٹھائیں۔ آئندہ صفحات میں اعضا کی پیوند کاری کی واقعاتی صورتحال اور اسی ضمن میں پیدا ہونے والے مختلف مسائل کی شرعی حیثیت پر بالتفصیل گفتگو کی جائے گی۔

پیوند کاری کی مختلف شکلیں:

بنیادی طور پر پیوند کاری کی تین شکلیں ہیں:

۱۔ مصنوعی اعضا سے پیوند کاری

۲۔ حیوانی اعضا سے پیوند کاری

۳۔ انسانی اعضا سے پیوند کاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) مصنوعی اعضا سے پیوند کاری:

اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کا وہ عضو جو ناکارہ ہو چکا ہے، مختلف جمادات یا نباتات وغیرہ سے اس کا متبادل تلاش کر کے انتہائی مہارت واحتیاط او رسائنٹیفک آلات کے ذریعے اس عضو کی جگہ لگا دیا جاتا ہے اور پھر یہ مصنوعی عضو، قدرتی عضو کی طرح کام کرنے لگتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قدرتی عضو بہر حال قدرتی ہوتا ہے اور مصنوعی بہر صورت مصنوعی، مگر کچھ نہ ہونے کی بہ نسبت کچھ ہونا اور وہ بھی کسی حد تک کارآمد ومفید ہونا آخر کچھ نہ کچھ حیثیت تو رکھتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اگر مصنوعی دانتوں سے کھانا کھانے کے قابل ہو جائے یا آلہ سماعت سے سننے کے لائق ہو جائے تو یہ اس کے لئے کوئی چھوٹی اور معمولی نعمت نہیں، اسی طرح اگر کسی شخص کے دل کا 'والو' متاثر ہو جائے اور وہ اس کی جگہ مصنوعی 'والو' لگوا کر اپنی زندگی بچالے تو اس کے لیے اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوگی!

قدرتی اعضا کی طرح کام کرنے والے جو مصنوعی اعضا تیار کئے جا چکے ہیں ان میں مصنوعی دانت، آلہ سماعت، مصنوعی شریانیں اور آنتیں، سانس کی نالیاں، دل کے صمام (والو) اور مختلف عضلات وغیرہ سرفہرست ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا مصنوعی اعضا عام طور پر پلاسٹک، ڈیکران سلیکون ربڑ، مختلف دھاتوں اور کیمیائی مرکبات سے تیار کیے جاتے ہیں۔

(۲) حیوانی اعضا سے پیوند کاری:

اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کے ناکارہ عضو کی جگہ کسی جانور کا عضو لگا دیا جائے مثلاً کسی شخص کے انتریاں ناکارہ ہو جائیں تو اس کی جگہ بکرے وغیرہ کی انتریوں کی پیوند کاری کر کے ناکارہ انتریاں نکال دی جاتی ہیں۔ اسی طرح کسی شخص کی جلد آگ کے ساتھ جل جائے تو اس کی جگہ کسی جانور کی جلد انسان کے جلے ہوئے حصہ پر پیوند کر دی جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیوانی اعضا سے پیوندکاری میں چونکہ ایک غیرانسانی عضو کا انسانی بدن میں ملاپ کیا جاتا ہے، اس لیے دو مختلف انواع کے باہمی ملاپ سے ایسی اندرونی پیچیدگیوں کا قوی اندیشہ ہوتا ہے جن کی وجہ سے جسم انسانی، غیرانسانی عضو کو قبول کرنے سے انکار کرسکتا ہے، ایسی صورتحال پر قابو پانے کے لئے یہ کیا جاتا ہے کہ ایک طرف تو مطلوبہ حیوانی عضو کو مناسب طریقہ سے ادویات کے ذریعے انسانی بدن کے لیے کارآمد بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور دوسری طرف متعلقہ شخص کو مخصوص ادویات دی جاتی ہیں تاکہ اس کا جسم اس تبدیلی کو قبول کرلے۔

واضح رہے کہ حیوانی اعضا سے پیوندکاری کے سلسلہ میں اطبا بلاتفریق ماکول اللحم (حلال) اور غیر ماکول اللحم (حرام) جانوروں کے اعضا سے استفادہ کرتے ہیں۔ اسی طرح پاک اور ناپاک کی تمیز بھی عام طور پر روا نہیں رکھی جاتی بلکہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ کون سے جانور کا کون سا عضو زیادہ مفید ہے۔

(۳) انسانی اعضا سے پیوندکاری:

اس کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہیں:

۱۔ آٹو ٹرانسپلانٹیشن (Auto Transplantation)

کسی ایک ہی شخص کے جسم میں اعضا، بافتوں، نسیجوں وغیرہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو 'آٹو ٹرانسپلانٹیشن' کہتے ہیں، اس طریقے سے ایک ہی جسم کی جلد، بال اور ہڈیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاسکتی ہیں۔ اطبا کے بقول اس طریقہ کار میں کسی بیماری کے پھیلنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

۲۔ ہوموٹرانسپلانٹیشن (Homo Transplantation)

نسیجوں (Tissues) یا عضو کو ایک ہی نوع کے ایک فرد سے دوسرے فرد (مثلاً ایک انسان سے دوسرے انسان میں) منتقلی کو 'ہوموٹرانسپلانٹیشن' کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی اعضا سے پیوندکاری کی یہ دونوں صورتیں بعض اہل علم کے نزدیک مطلقا ناجائز، بعض کے نزدیک مطلقا جائز اور بعض کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ جائز ہیں۔ چونکہ یہی دو صورتیں اصلا محل نزاع ہیں اس لیے اس کی واقعاتی صورت پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ اس کے تمام قانونی، طبی اور دیگر متعلقہ پہلو سامنے آجائیں اور پھر ان کی شرعی حیثیت سمجھنا آسان ہو سکے۔

انسانی اعضا کی پیوندکاری کی واقعاتی (طبی) صورتحال:

انسانی اعضا سے پیوندکاری کا مسئلہ انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں سامنے آیا۔ مگر اس دور میں صرف آنکھوں کی پتلی (Cornea/قرنیہ) اور ہڈیوں کی پیوندکاری کی مثالیں ملتی ہیں جبکہ مکمل اعضا کی پیوندکاری بیسویں صدی کے آغاز میں سامنے آئی مگر ایک شخص کا جسم چونکہ دوسرے شخص کے کسی عضو کو مکمل قبول نہ کرتا تھا اس لیے اس میں بھی کوئی خاص پیش رفت نہ ہو سکی تاہم ۱۹۶۰ء میں جب اعضا کو مسترد کئے جانے سے محفوظ رکھنے اور جسم کو انہیں قبول کرنے کے قابل بنانے والی ادویات (Immunosuppresive Drugs) ایجاد ہوئیں تو اعضا کی پیوندکاری کے میدان میں بڑی تبدیلی اور ترقی ہوئی۔ اعضا کی پیوندکاری اس لئے کی جاتی ہے کہ ایک شخص کے کسی ناکارہ یا بیمار عضو کو اس کے جسم سے نکال کر اس کی جگہ کسی صحت مند انسان کا وہی عضو اس کے جسم میں رکھ دیا جائے۔ خواہ ایسا مریض کی جان بچانے کے لئے کیا جائے یا اسے کسی بڑی مشقت سے نجات دلانے کے لیے۔

[واضح رہے کہ انسانی اعضا کی پیوندکاری کی واقعاتی (طبی) صورتحال کی تفہیم کے لیے راقم الحروف نے ڈاکٹر نعیم حامد، ایم، ایس، سرجن کانپور سابق صدر، انڈین میڈیکل ایسوسی ایشن یوپی اور ڈاکٹر ایم امان اللہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، کے 'جدید فقہی مباحث' جلد اول (طبع، ادارۃ القرآن کراچی) میں شائع شدہ مقالات ''اعضا کی پیوندکاری، ایک طبی خاکہ'' وغیرہ سے زیادہ استفادہ کیا ہے]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عضو کا عطیہ دینے والے کو معطی (DONOR) اور قبول کرنے والے کو قبول کنندہ (Receipient) کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ وہ اعضا جو دوبارہ پیدا نہیں ہوتے مثلاً دل جگر وغیرہ وہ صرف مردہ لوگوں (نعشوں) سے لیے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر زندہ شخص کا ایسا عضو نکال لیا جائے تو پھر وہ زندہ رہنے کے قابل نہیں رہتا۔ اور وہ اعضا جو جوڑہ کی شکل میں پائے جاتے ہیں مثلاً گردہ، آنکھیں وغیرہ اگر کوئی زندہ اور صحت مند انسان ان میں سے ایک عضو کا عطیہ دے دے تو اس سے اس کے جسم میں کچھ نہ کچھ کمی، نقص یا عیب تو پیدا ہوتا ہے مگر اس طرح کرنے میں عام طور پر انسان کو کوئی جانی نقصان نہیں ہوتا۔

پیوند کاری کی راہ میں رکاوٹیں:

اعضا کی پیوند کاری کی راہ میں جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ قبول کنندہ یعنی مریض کے جسم میں نئے پیوند شدہ عضو کے خلاف ردعمل پیدا ہوتا ہے جس پر اگر قابو نہ پایا جائے تو چند ہی دنوں میں جسم اس عضو کو مکمل طور پر مسترد کر دیتا ہے

۲۔ دوسری مشکل یہ پیدا ہوتی ہے کہ اعضا کا عطیہ دینے والے بہت کم ہوتے ہیں جب کہ نئے اعضا کے ضرورت مند بہت زیادہ ہیں۔

۳۔ تیسری مشکل یہ ہوتی ہے کہ پیشگی طور پر افراد کے اعضا اگر حاصل کر لئے جائیں تو انہیں بہت زیادہ عرصہ تک محفوظ رکھنا ممکن نہیں۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ ۶۰ سے ۷۰ گھنٹوں تک کے لیے ان اعضا کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

مذکورہ مشکلات کے ازالہ کی تدابیر:

پیوند شدہ اعضا کے مسترد ہونے کا امکان اس وقت ہوتا ہے جب قبول کنندہ اور معطی کے درمیان نسلی تفاوت (Genealogical Dissimilarity) ہو۔ یہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ہوتا ہے کہ معطی کے نسیجوں (Tissues) میں موجود (Antigens) جو قبول کنندہ کے جسم میں نہیں ہوتے ،قبول کنندہ کے نسیجوں میں Lymphocytes پیدا کرنے لگتے ہیں اور یہ Lymphocytes پیوند شدہ عضو میں سرایت کر کے خون کی شریانوں کی اندرونی سطح (Endothilium) کو برباد کر دیتے ہیں ۔قبول کنندہ کے خلیوں اور Cytoloxic Antibodies کے درمیان ردعمل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ پیوند شدہ عضو برباد نہ ہو جائے اور یہ عمل عموماً دس سے چودہ دنوں تک جاری رہتا ہے۔

نئے عضو کی منتقلی (پیوندکاری) کے بعد ضروری ہوتا ہے کہ اس منفی ردعمل کا ازالہ کیا جائے تا کہ پیوند شدہ عضو کی بقا کا انتظام ہو سکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جو تدابیر اختیار کی جاتی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔تابکاری (Rediation):

منفی ردعمل سے بچاؤ کے لیے یا تو پورے جسم کی تابکاری کی جاتی ہے یا پھر پیوند شدہ حصہ کی ۔اور یہ منفی ردعمل کے ازالہ کی پہلی تدبیر ہے مگر پورے جسم کی تابکاری کو بتدریج ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ اسے کنٹرول میں رکھنا دشوار تھا اور اس سے ہلاکت کی شرح کافی زیادہ تھی ۔اسی طرح مطلوبہ عضو پر تابکاری کا قطعی مؤثر ہونا اب بھی مشکوک ہے۔

۲۔تلی کو نکالنا (Splenectony And Thymectom):

چونکہ چھوٹے جانوروں میں تلی (Spleen) اور (Thymws) کا نکال دیا جانا منفی ردعمل کو کم کر دیتا ہے، اس لیے یہی تجربات انسانوں پر بھی کئے جا رہے ہیں مگر منفی ردعمل کے ازالہ کے لیے یہ تجربات ابھی بہت مؤثر نظر نہیں آتے۔

۳۔مطلوبہ ادویات کا استعمال:

ایسی بہت سی ادویات اب تیار کی جا چکی ہیں جو اعضا کے مسترد کئے جانے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امکانات کو ختم کرنے اور منفی ردعمل پر قابو پانے کے صلاحیت رکھتی ہیں۔ عام طور پر اب یہی تدبیر اختیار کی جاتی ہے اور یہ مؤثر بھی ہے۔ اس کے علاوہ منفی ردعمل سے بچاؤ کے لیے کئی اور تدابیر بھی اختیار کی جاتی ہے۔

اعضا کی ناکافی فراہمی کا مسئلہ:

زندہ یا مردہ افراد سے حاصل شدہ اعضا کی ضرورت روز افزوں ہے جبکہ مریضوں کے مقابلہ میں ان اعضا کی فراہمی ہمیشہ ناکافی رہتی ہے۔ اطبا کے بقول اس مشکل کا حل یہ ہے کہ لوگوں کو اس کار خیر پر آمادہ ہونے کی رغبت دلائی جائے اور بالخصوص انہیں ذہنی طور پر اس بات کے لیے تیار کیا جائے کہ وہ مرنے کے بعد اپنے اعضا دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے عطیہ کرنے کی وصیت کر جائیں۔

عطیہ شدہ اعضا کے تحفظ اور ان کو فعال رکھنے کا مسئلہ:

کسی شخص کی وفات کے بعد اس کے بعض اہم اعضا مثلاً گردہ، آنکھیں، دل، جگر وغیرہ کو اگر تین سے چھے گھنٹوں کے اندر اندر نکال کر محفوظ کر لیا جائے تو وہ بعد میں دوسرے افراد کے جسم میں منتقل کر کے فعال اور کارآمد بنائے جا سکتے ہیں جس طرح ان اعضا کو انتہائی قلیل مدت (یعنی تین سے چھے گھنٹے) کے دوران حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح انہیں محفوظ رکھنے کی مدت بھی بہت قلیل ہے مثلاً گردوں کو محفوظ رکھنے کے دو طریقے اختیار کیے جاتے ہیں:

Simple Hypothermia (i)

اس طریقے میں مطلوبہ اعضا کو چند خاص محلولوں سے کھنگالنا ضروری ہوتا ہے جن میں Collins کا محلول سب سے زیادہ مستعمل ہے۔ اس طریقہ کے مطابق اعضا کو ساٹھ (۶۰) گھنٹوں تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور یاد رہے کہ چھوٹے پیوندکاری کے آپریشنوں میں یہ ایک ترجیحی طریقہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Conlinuous Perfusion (ii)

Cryopricipetated Plasma یا پلازما اور البیومن کے مخصوص محلول کے ذریعہ گردوں کو تین دین یعنی ۷۲ گھنٹوں تک محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔اس طریقے سے اچانک کئی پس ازمرگ معطیوں کی جانب سے موصول ہونے والے گردوں کو محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

گویا اعضا کو زیادہ عرصہ تک محفوظ نہیں رکھا جاسکتا لیکن کچھ بعید نہیں کہ طبی سائنس میں مزید ترقی اعضا کو لمبے عرصہ تک محفوظ رکھنا ممکن بنادے اور اس سلسلہ میں سائنس دان مسلسل تحقیق وتجربات کررہے ہیں۔

پیوندکاری کا طریقہ کار:

اب تک جن اعضا کی پیوندکاری کامیابی کے مراحل طے کرچکی ہیں ان میں گردوں ،آنکھوں ،پھیپھڑوں ،دل ،جگر اور ہڈیوں کے گودہ وغیرہ کی پیوندکاری شامل ہے۔آئندہ سطور میں انہی میں سے چند ایک اعضا کی پیوندکاری کے طریقۂ کار پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۱) گردہ کی پیوندکاری:

ایک محتاط اندازے کے مطابق ہر دس لاکھ کی آبادی میں سے ہرسال بیس سے چالیس افراد گردہ کی عدم کارکردگی کا شکار ہوجاتے ہیں۔علاج معالجہ کی آخری صورت یہ ہوتی ہے کہ ڈائیلاسس (Dialysis/گردوں کی صفائی) کا عمل شروع کردیا جائے۔ مگر یہ طریقہ علاج مہنگا ہونے کے علاوہ زیادہ مؤثر بھی نہیں ہے بلکہ ڈائیلاسس شروع ہوجانے کے بعد مریض نت نئے امراض سے دوچار ہوتے ہوئے چند دنوں میں جان سے ہاتھ دھوبیٹھتا ہے۔لیکن اگر ایسے مریض کے جسم میں کسی صحت مند انسان کا گردہ لگادیا جائے تو وہ چند ہی دنوں میں مکمل طور پر نارمل زندگی گزارنے لگتا ہے۔

پیوندکاری کے لیے تیاری:

عام طور پر گردہ قبول کرنے والے کے جسم کو ہیموڈائیلاسس کے ذریعے پیوندکاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اگر پیوندکاری سے قبل ہیموڈائیلاسس کے عمل کے دوران دو یونٹ خون مریض کے بدن میں پہنچا دیا جائے تو پیوندکاری کے آپریشن کے نتائج بہتر ہو سکتے ہیں۔

معطی کا انتخاب:

اس کے دو ذریعے ہیں (۱) مردہ اجسام سے گردہ منتقل کرنا، اور (۲) زندہ افراد سے۔

(۱) مردہ افراد سے:

بیشتر عطیہ شدہ گردے ان لوگوں سے حاصل ہوتے ہیں جو ذہنی طور پر مردہ (Brain Dead) قرار دیئے گئے ہوں۔ ایسے افراد زیادہ تر وہ ہوتے ہیں جو سر میں زخم کی وجہ سے مرجاتے ہیں۔ ان کی موت عموماً دماغی رگیں پھٹنے یا زخمی ہونے سے ہوتی ہے یا پھر ابتدائی دماغی ٹیومر (Tumour) کی وجہ سے ان کو Intensive Care Units میں میکانیکل وینٹلیٹروں یعنی مشینوں کے سہارے زندگی کی امید پر رکھا جاتا ہے، جب علاج ناکام ثابت ہو چکا ہو اور ذہنی موت کی تشخیص ہو چکی ہو تو ان کی خدمت پر مامور ڈاکٹر پیوندکار ڈاکٹروں سے رابطہ کرتے ہیں جبکہ اس سے بھی پہلے مریض کے لواحقین سے اعضا نکالنے کے حوالے سے اجازت لی جا چکی ہوتی ہے۔ کئی ہسپتالوں میں گردوں کے پیوندکار ڈاکٹروں کے درمیان رابطہ کے لیے افراد ہوتے ہیں جو خون کے گروپ کی جانچ اور نسیجوں (Tissues) کی اقسام کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ ان کے موزوں قبول کنندگان بھی مقامی ہسپتالوں میں تلاش کئے جائیں۔ جبکہ دوسری طرف ان قبول کنندگان کو بھی ڈائیلاسس کے عمل پر رکھا جاتا ہے۔ اسی درمیان معطی کے بدن سے عطیہ شدہ اعضا کی منتقلی کی تیاریاں ہوتی ہیں۔ اعضا کی پیوندکاری اور منتقلی کے لیے لاش کے متعلقہ وارثین سے اجازت لینا لازمی ہے۔ معطی اعضا کے کینسر سے مبرا ہونا ضروری ہے۔ تاہم ابتدائی دماغی ٹیومر اس سے مستثنیٰ ہے۔ معطی کے لئے متعلقہ عضو کے متعدی امراض سے پاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا بھی لازمی ہے۔ معطی کو گردہ کے کسی بھی متعلقہ مرض مثلاً ہائی بلڈ پریشر یا ذیابیطس وغیرہ سے بھی پاک ہونا چاہیے۔ ترجیحاً معطی کو ساٹھ برس سے کم ہونا چاہیے۔ بچوں کے گردے کم سن بچوں کو بہتر طریقے سے منتقل کئے جاسکتے ہیں۔

(۲) زندہ افراد سے پیوندکاری:

یعنی کسی زندہ شخص کے جڑواں اعضا میں سے ایک عضو (مثلاً دو گردوں میں سے ایک گردہ) مریض کے جسم میں منتقل کیا جاتا ہے۔ اس کے شرائط وضوابط، طریقہ کار اور مثبت ومنفی پہلو درج ذیل ہیں:

۱۔ پچھلے پندرہ برسوں میں صرف ریاستہائے امریکہ میں چودہ ہزار لوگوں کی پیوندکاری عمل میں آئی ہے۔

۲۔ ایک تندرست معطی کے ایک گردہ کی منتقلی سے اسکے بعد عرصہ حیات میں کمی نہیں آجاتی۔

۳۔ نکالے گئے گردہ کا پچھتر سے اسی فیصد کام چند ماہ میں باقی ماندہ گردہ (Hypertrophy) کے ذریعہ سنبھال لیتا ہے۔

۴۔ معطی کو خطرہ صرف بے ہوشی کی دواؤں سے (Anaesthesia) اور آپریشن کے وقت ہوتا ہے۔

۵۔ معطی کی موت کا خطرہ ایک ہزار میں سے ایک کو ہوتا ہے جس کو سال میں آٹھ سے دس ہزار میل کار ڈرائیونگ سے درپیش خطرے سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ ایک گردہ والی عورتوں کو حمل کے دوران (Urinary Infection) کا کوئی اضافی خطرہ نہیں ہوتا۔

۷۔ عام طور سے ہونے والے خطرات (Complication) جو صرف ایک ہزار میں سے ایک آدمی کو پیش آسکتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ Minor Eteclasis

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ Normal Infection

۳۔ ہمیشہ درد رہنے کی شکایت

۴۔ ہرنیا/ Hernia

معطی کے انتخابات کی شرائط: Donor Selection Criteria

۱۔ معطی اور قبول کنندہ میں خون کے گروپ کی مطابقت

۲۔ معطی کا تندرست ہونا لازمی ہے جسمانی اور نفسیاتی اعتبار سے

۳۔ قانونی عمر کا ہونا (اس سے بلوغت کی عمر مراد ہے)

۴۔ گردہ نکالے جانے کے طریق کار کو معطی واضح طور پر جانتا اور سمجھتا ہو۔

۵۔ اس آپریشن کے لئے رضا کارانہ طور پر اور باشعوری طور پر اجازت دے۔

معطی کے آپریشن سے قبل کا جائزہ: Preoperative Donor Assessment

۱۔ تفصیلی تاریخ صحت

۲۔ جسمانی معائنہ

۳۔ نفسیاتی محاسبہ یا جائزہ

۴۔ معیاری تحقیق یعنی:

(i) X.RAY کے ذریعہ سینہ کا مشاہدہ (ii) KCG (۳) پیشاب کا تجزیہ

(iii) Complete Blood Count (iv) بھوک کی حالت میں پیشاب میں شکر کا امتحان

(v) Serum Bilerubin (vi) Crialinine Cleasamce

(vii) خون کے یوریا نائٹروجن کا جائزہ

۵۔ اگر نارمل ہو تو Intravenous Urograne

۶۔ اگر نارمل ہو تو Renal Arteriogram

یہ شخص قابل قبول Donor ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گردے کے لئے قبول کنندہ کا انتخاب: Selection Of Recepint

(الف) مطلوبہ عمر یعنی کم از کم ایک برس سے ۶۵ برس کی عمر تک۔ چھ برس سے کم عمر کے بچوں میں آپریشن کے بعد موت کی زیادہ شرح ہوتی ہے زیادہ بوڑھے لوگوں میں آپریشن کی کامیابی کی شرح کم ہوتی ہے جس کی وجہ:

۱۔ عمر سے متعلق امراض

۲۔ Infection کے خلاف مزاحمت کی کمی

۳۔ جراحت سے خطرہ کا امکان

(ب) تشویشناک درجے کے Infection کی عدم موجودگی مطلوب ہے۔

(ج) Lower Urinary Fact سے متعلق امراض کی عدم موجودگی بھی مطلوب ہے۔

(د) Minimum Reversilble Systamic Disiase Seconalary To Rinal Feilurg

گردے کی کامیاب پیوند کاری کے قبول کنندہ

(الف) بنیادی گردے کے امراض

۱۔ Glomerulo Nephritis

۲۔ Pyelo Nephritis

۳۔ Polvcystie Kidney Disiase

۴۔ Malignant Hypertension With Preliminary Nephrectomy Incidince.8/Of Total Renal Transplants

۵۔ Reflex Pyelonephrities

۶۔ GoodPadtusis Syndrome

۷۔ Congenital Renal Hypoplasia

۸۔ Rinal Cortical Neerosis

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔Fabry,s Syndrome

۱۰۔Alport,s Syndrome

(ب)وہ امراض جو گردے سے متعلق ہیں:

(Systemic Disiases with Kidney is One Of OneCrgnL Cystincsis)

Gystemic Lupus Ery Tie Ctcsis

Iisul.N Dependeint Juvenile Diabtes

(Contraindicated Incxlcis Desias Ds Tg Pecur In Transplant)

گردے کی پیوند کاری کی کامیابی کی شرح

دو برس تک پیوند کاری کی بقا:

۹۷فیصد ان لوگوں میں جن کے اعضائے متعلقین، زندہ افراد لئے گئے ہوں جو Hla Idential ہو۔

۷۰فیصد ان لوگوں میں جن کے اعضاء متعلقین زندہ افراد سے لئے گئے ہوں مگر Hla Idential نہ ہوں۔

۵۰فیصد پس از مرگ افراد سے اعضا لئے گئے ہوں (مگر اس شرط کے ساتھ کہ قبول کنندہ کو قبل ہی خون دیا گیا ہو)[1]

(۲) قلب کی پیوند کاری:

تبدیلیٔ قلب کا پہلا آپریشن ۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر کرسچن برنارڈ نے کیا تھا،اس کے بعد اسٹینفورڈ یونیورسٹی (Stanford University) کے ڈاکٹر شموے (Shumway) کی قیادت میں ڈاکٹروں کے ایک گروپ نے قلب کے آپریشن میں نمایاں کامیابیاں

(۱) [گردہ کی پیوند کاری سے متعلقہ طبی تفصیلات کے لئے دیکھئے:"جدید فقہی مباحث" مرتب:مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب (جلد اول ،صفحہ ۱۷۹تا۱۸۳)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کیں ۔پچھلے پانچ برسوں میں دیگر کئی مراکز میں ایسے انتقال قلب (Heart Transplantation) کے آپریشن ہونے لگے تو آج کل ایسے پیوند شدہ قلب کے مریضوں کی شرح بقا آپریشن کے بعد ایک سے چار برس تک پچھتر سے پچاس فیصد کے درمیان ہوتی ہے یعنی پچھتر سے پچاس فیصد مریض انتقال قلب کے بعد ایک سے چار برس تک زندہ رہنے کی توقع کر سکتے ہیں۔ان کامیابیوں کی پشت پر جو اوامر (Reasons) ہیں ان میں قبول کنندگان کا بہتر انتخاب' مسترد کئے جانے کے امکانات کی قبل از وقت تشخیص اور اس کے تئیں لازمی احتیاط اور ضرورتوں کا پیشگی جائزہ اور انتظامات، آپریشن کے بعد ہونے والے (Infection) میں قدرے کمی اور قلب کی اندرونی دیواروں کے ضائع ہو جانے (Atheroma) کے واقعات میں کمی وغیرہ ہیں۔

تبدیلی قلب کے لئے صرف ان مریضوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جو دل کے ایسے امراض میں مبتلا ہوں جو کسی بھی ادویائی یا جراحتی اعتبار سے لاعلاج (Terminally Ill) ہوں۔ ان کو ترجیحا پچاس برس سے کم عمر ہونا ،متعدی امراض سے مبرا ہونا لازمی ہے، ان کے نظام تنفس کی شریانوں میں مزاحمت اور تناؤ کی سطح زیادہ نہ ہو۔قبول کنندہ اور معطی کے درمیان ABO گروپ کے خون کی مطابقت(ABO Blood Group Compatibility) ہونی چاہیے او رمعطی کے خلیوں اور قبول کنندہ کے درمیان بھی(Lymphocyle Crossmatch) ہونا ضروری ہے۔ مستقل (Munosuppression) بھی ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس کی عدم موجودگی میں آخری سٹیج کی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ قبول کنندہ کے جسم سے اسی وقت قلب نکال لیا جاتا ہے جس اسٹیج میں معطی سے دوسرے پیوند کاری کے آپریشنوں میں جگر یا گردہ نکالے جاتے ہیں۔ اسے ۴C پر نمک کے پانی میں رکھا جاتا ہے او رجس قدر جلد ممکن ہو قبول کنندہ کے جسم میں پیوند کر دیا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) قلب اور پھیپھڑوں کی پیوند کاری:

حالیہ ایام میں قلب اور پھیپھڑوں کی مشترکہ پیوند کاری کو بھی کامیابی سے آزمایا گیا ہے۔ یہ ان افراد کے لئے ہوتا ہے جو نظام تنفس کے بلڈ پریشر یا پھر قلبی امراض میں مبتلا ہوں۔ مستقبل میں پھیپھڑوں کے ابتدائی امراض میں مبتلا مریض بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

(۴) جگر کی پیوند کاری:

اب سے پانچ برس قبل' جگر پیوند شدہ مریض' کی شرح آپریشن کے ایک برس بعد تک تیس فیصد ہوتی تھی مگر سائیکلو اسپرین کی آمد کے بعد دونوں Calne اور Starzl کے ذریعہ پیوند شدہ جگر کے مریضوں کی شرح بقا ایک برس بعد اسی ۸۰ فیصد ہوگئی ہے۔ اب کئی ایسے مریض موجود ہیں جو جگر کی پیوند کاری کے دس برس بعد بھی زندہ ہیں۔ نتائج میں اس بہتری کے بعد اب یہ ناگزیر ہوگیا ہے کہ ایسے سرجنوں کی فہرست طویل ہو جو جگر کی کامیاب طریقہ سے پیوند کاری کریں اور آپریشن ان لوگوں کو دوبارہ زندگی کی امید بخش سکیں گے جو اس کی عدم موجودگی میں جگر کے امراض کی وجہ سے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ (۱)

(۱) [دیکھئے: "جدید فقہی مباحث" مرتب: مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب (جلد اول، صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعضا کی پیوندکاری کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے چند اہم فقہی سوالات:

(۱) انسان کا جو عضو ناکارہ یا ضائع ہوا ہے انسانی جسم میں اس کی حیثیت کیا ہے؟ آیا اس پر حیات انسانی کا مدار ہے یا وہ انسانی جسم کے کسی بنیادی مقصد کو پورا کرتا ہے یا اس کے ناکارہ ہونے سے انسانی جسم کی فطری زیبائش میں کمی واقع ہوتی ہے؟

(۲) ناکارہ عضو کی جگہ کوئی مصنوعی عضو لگانا جائز ہے؟ اس سلسلہ میں کسی حرام اور ناپاک چیز استعمال کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ پھر ان اعضا کی موجودگی میں نماز وغیرہ کی ادائیگی درست ہوگی یا نہیں؟

(۳) ناکارہ اعضا کی جگہ کسی حیوان کا عضو لگانا جائز ہے؟ کیا اس حیوان کا حلال اور پاک ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو کیا اسے ذبح کرنا بھی ضروری ہے یا بغیر ذبح کئے بھی حیوانی اعضا سے استفادہ کیا جاسکتا ہے؟

(۴) اگر ناکارہ عضو کا متبادل انسانی جسم ہی کا جزو ہو تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، مائع اور غیر مائع۔ کیا ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا ان دونوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا اور کیوں ہے؟ پھر مائع اور غیر مائع دو صورتوں میں مزید دو صورتیں پیدا ہوتی ہیں:

(۱) انسانی جسم میں اسی انسان کے جسم کا کوئی جزو یا عضو لگانا

(۲) یا کسی دوسرے انسان کے جسم کا کوئی عضو حاصل کرکے مریض انسان کے جسم میں اسے پیوند کرنا

پھر دوسرے انسان کے جسم سے کوئی عضو حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) حالت حیات میں اور (۲) موت کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان ہر دو صورتوں میں انسانی اعضا کی پیوندکاری اور منتقلی کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا حالت اضطرار اور غیر حالت اضطرار کا کوئی پہلو زیر بحث آسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۵) زندہ انسان کے جسم سے کوئی اعضا نکالنے کے لیے اس کی اجازت کافی ہوگی یا نہیں؟

(۶) اسی طرح مردہ شخص کا عضو نکالنے کے لیے اس کی پیشگی اجازت (وصیت) اور پیشگی اجازت نہ ہونے کی صورت میں اس کے ورثا کی اجازت شرعا کافی ہوگی یا نہیں؟ اور اگر لاش لاوارث ہو تو اولوالامر (حکومت وقت) کی اجازت کافی ہوگی یا نہیں؟

(۷) کسی انسان کا اپنی زندگی میں اپنا خون یا کوئی اور عضو، رفاہ عام کے جذبہ سے مستقبل میں ممکنہ حادثات کے لیے ذخیرہ کر دینا شرعا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) انسانی اعضا واجزا مثلاً دودھ، خون اور گردہ وغیرہ کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح بلڈ بنک اور اعضا بنک قائم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر اعضا کی خرید وفروخت جائز نہیں مگر مضطر ومجبور شخص کو خون یا دیگر اعضا بلا قیمت نہیں ملتے تو قیمت دے کر انہیں خریدنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۹) جدید طبی ترقیات اور تحقیقات کے پیش نظر جب ایک انسان دماغی طور پر مر چکا ہو اور اس میں بظاہر زندگی کے لوٹ آنے کی کوئی گنجائش نہ رہی ہو لیکن مصنوعی آلات کے ذریعہ اطباء دل کی دھڑکن یا سانس کی آمد ورفت کو جاری رکھے ہوئے ہوں تو ایسی حالت میں اس کے جسم سے کسی عضو کا نکالنا، مردہ سے اس نکالنا ہوگا یا زندہ سے؟

(۱۰) اعضا کی پیوندکاری بالفرض جائز بھی ہو تو کیا مفاسد کے پیش نظر، سد ذرائع، کے فقہی قاعدہ کی رو سے اس اجازت واباحت پر پابندی لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

آئندہ سطور میں انہی سوالات کے بالترتیب تفصیلی جوابات دیئے جارہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے سوال کا جواب:

انسانی جسم کے اعضا کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہیں ایک تو وہ اعضا ہیں جن پر زندگی کا دارومدار ہے اور ان کا ناکارہ ہونا انسان کے لیے موت کا پیغام ہے جبکہ دوسرے وہ اعضا ہیں جن کے ناکارہ ہونے کی صورت میں انسان مرتا تو نہیں تاہم اسے عارضی یا دائمی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کے ضائع ہونے کی صورت میں انسان کا حسن وجمال متاثر ہوتا ہے۔ انسانی اعضا میں سے کون سا عضو مذکورہ بالا صورتوں میں سے کس صورت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اس کا اصل فیصلہ تو اطباء ہی کریں گے تاہم بعض چیزیں اس کی محتاج نہیں ہیں مثلاً ''دل'' کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں اسی طرح ایک یا دونوں آنکھوں کا ضائع ہو جانا انسان کی موت کا باعث نہیں تاہم اس سے عارضی مشقت کے علاوہ انسانی حسن بھی متاثر ہوتا ہے۔

اسی طرح کسی انسان کے دونوں گردے ناکارہ ہو جائیں تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے لیکن ایک گردہ ضائع ہونے کی صورت میں اس کا کام دوسرا گردہ سنبھال لیتا ہے اور اس باقی ایک فعال گردہ کے ساتھ انسان عام طور پر نارمل زندگی گزار سکتا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب:

کسی ناکارہ عضو کی جگہ مصنوعی عضو لگانا بلاشک وشبہ جائز ہے۔ خواہ وہ ناکارہ ہونے والا عضو انسان کے بنیادی اعضا میں سے ہو یا محض حسن وجمال سے تعلق رکھنے والے اعضا میں سے بشرطیکہ وہ مصنوعی عضو کسی ناپاک چیز سے نہ بنا ہو۔ البتہ اگر وہ ناکارہ عضو ایسا ہو جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے اور اس کی جگہ ملنے والا عضو ناپاک اشیا کی آمیزش سے تیار کیا گیا ہے تو پھر از راہ مجبوری اس کا استعمال بھی جائز ہے اور ان کی موجودگی میں نماز بھی ہو جائے گی۔ مصنوعی اعضا استعمال کرنے کے جواز کے حوالے سے عہد نبویؐ اور عمل صحابہؓ وتابعین سے ہمیں کئی ایک مثالیں بھی ملتی ہیں، چند ایک درج ذیل ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

✿ ایک روایت میں ہے کہ عرفجہ بن اسعد نامیؓ ایک صحابی کی ناک ایک جنگ میں کٹ گئی تو انہوں نے اس کی جگہ چاندی کی ناک لگوالی مگر اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو پھر آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق انہوں نے سونے کی ناک لگوالی۔ (۱)

✿ اسی طرح بعض صحابہؓ سے سونے کے دانت لگوانا اور داڑھوں کی بھروائی (Filling) کروانا بھی منقول ہے۔ (۲)

تیسرے سوال کا جواب:

مصنوعی اعضا کے علاوہ جانوروں کے اعضا کی پیوندکاری کرنا بھی جائز ہے کیونکہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ تاہم حیوانی اعضا سے استفادہ کے سلسلہ میں یہ بات یاد رہے کہ پاک اور حلال جانور کے بال یا

(۱) [ابوداؤد: کتاب الخاتم: باب ماجاء فی ربط الاسنان بالذهب۔۔۔(۴۲۳۲) ترمذی: کتاب اللباس: باب ماجاء فی شد الاسنان بالذهب(۱۷۷۰) روایت کے الفاظ یہ ہیں: ان عرفجة بن سعد قطع انفه یوم الکلاب فاتخذ انفامن ورق فأنتن علیه فأمره النبی ﷺ فاتخذ انفامن ذهب.....]

(۲) [المغنی لابن قدامه (ج۴/ص۲۲۷) نیز دیکھئے: نصب الرایة (ج۲/ص۲۷۸) اعلاء السنن (ج۱۷/ص۲۹۶تا۳۰۰)

علاوہ ازیں سلف صالحین میں سے بھی کئی ایک حضرات سے اپنے دانتوں کی حفاظت کے لئے سونے کی تار استعمال کرنا منقول ہے مثلاً:

۱۔ موسیٰ بن طلحہؒ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبه، ج۸ص۳۱۱۔ طبقات ابن سعد ج۵ ص۱۶۳۔ شرح معانی الآثار، ج۴ص۲۵۸۔ شرح مشکل الآثار، ج۴ص۳۶)

۲۔ ثابت البنانیؒ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبه، ج۸ص۳۱۱)

۳۔ مغیرہ بن عبداللہؒ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبه، ج۸ص۳۱۱۔ مسند احمد ج۵ص۲۲۳۔ شرح معانی الآثار، ج۴ص۲۵۹۔ شرح مشکل الآثار، ج۴ص۳۶)

۴۔ ابوحمزہ الضبعیؒ (دیکھئے: شرح معانی الآثار، ج۴ص۲۵۸۔ شرح مشکل الآثار، ج۴ص۳۶)

۵۔ ابورافعؒ (دیکھئے: شرح مشکل الآثار، ج۴ص۳۶)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُون کے علاوہ کوئی اور عضو حاصل کرنے سے پہلے اسے باقاعدہ طریقے سے ذبح کرلیا جائے ۔اگر بالفرض جانور کو ذبح نہ کیا گیا ہوتو پھر بھی اس کے اعضا سے استفادہ جائز ہے کیونکہ مردار کا کھانا حرام کیا گیا ہے استفادہ حرام نہیں کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث نبوی ہے:

"انما حرم من المیتة اکلها ر مردار کا صرف کھانا حرام کیا گیا ہے"(۱)

خنزیر کے بالوں اور چمڑے وغیرہ کے علاوہ دیگر اندرونی اعضا سے استفادہ جمہور فقہا کے نزدیک حرام ہے اس لیے اس سے بہرصورت اجتناب کیا جائے گا ماسوائے حالت اضطرار کے یعنی اگر کوئی شخص قلبی امراض کی وجہ سے مر رہا ہو اور اس کی زندگی بچانے کے لیے خنزیر کے 'والو' کے علاوہ اور کوئی چیز دستیاب نہ ہوتو خنزیر کے والو سے استفادہ کرنا جائز ہے کیونکہ قرآن مجید میں تو خنزیر کے گوشت کو بھی حالت مجبوری میں جائز قرار دیا گیا ہے۔(بشرطیکہ اس کا متبادل موجود نہ ہو) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾

"تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو، حرام ہے۔" [النحل۔۱۱۵]

شافعی اور حنبلی فقہا کے نزدیک کتا ایک ناپاک جانور ہے، مگر مالکی اور حنفی فقہا کے نزدیک اس کا صرف جھوٹا ناپاک ہے، یہ بذات خود ناپاک نہیں ہے ۔امام ابن تیمیہؒ اور امام بخاریؒ کی بھی یہی رائے ہے۔اس لئے کتے کے اعضا سے استفادہ کے بارے میں اختلاف رائے پیدا ہونا یقینی ہے ، بہرصورت حالت اضطرار میں تو اس کے اعضا سے

(۱) [سنن دار قطنی(ج ۱ ص ۴۳) اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو لوگوں سے کہا کہ تم اس کی کھال اتار کر فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے؟ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ تو مردار ہے! آپؐ نے فرمایا: انما حرم اکلها ر مردار کا کھانا حرام کیا گیا ہے (اس کے اعضا سے استفادہ حرام نہیں کیا گیا!) دیکھئے: بخاری: کتاب الذبائح والصید: باب جلود المیتة(۵۵۳۱) مسلم: کتاب الحیض: باب جلود المیتة بالدباغ(۳۶۳)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفادہ جائز ہے مگر کیا عام حالات میں بھی ایسا کرنا جائز ہے؟ اس سلسلہ میں فقہا کے ہاں اختلاف رائے موجود ہے۔ لیکن کتے اور خنزیر کے علاوہ دیگر جانوروں کے اعضا سے استفادہ بالاتفاق جائز ہے۔ خواہ ایسا حالت اضطرار میں کیا جائے یا عام حالات میں، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے فرمایا:

''یاثوبانؓ اشتر لفاطمة قلادة من عصب وسوارین من عاج ''(۱)

''اے ثوبانؓ! عائشہؓ کے لئے (جانور کی) آنت سے بنا ہوا ایک ہار اور ہاتھی کے دانتوں سے تیار شدہ دو کنگن خرید لاؤ''

دانت بھی حیوانی اعضا میں سے ایک عضو ہے اور جب یہ عضو محض زیب وزینت اور تحسین وتجمیل کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے تو پھر از راہ علاج اس کا استعمال بطریق اولیٰ جائز ہے۔

چوتھے سوال کا جواب:

اگر کسی انسان کا مائع عضو ضائع یا ناکارہ ہوجائے تو اس کی جگہ کسی دوسرے انسان کے اسی عضو سے استفادہ جائز ہے بشرطیکہ اس کے علاوہ اس کا کوئی متبادل نہ ہو مثلاً کسی شخص کا خون ضائع یا فاسد ہوجائے تو دوسرے شخص کا خون اس کے جسم میں منتقل کیا جاسکتا ہے (انتقال خون کی تفصیلات اور شرعی حیثیت پیچھے گزر چکی ہے) اسی طرح کسی شخص کو اپنے ہی کسی عضو مائع سے از راہ ضرورت استفادہ کرنا پڑ جائے تو ایسا کرنا جائز ہے مثلاً عورت کے دودھ سے تیار شدہ دوا کو وہ عورت خود بھی استعمال کرسکتی ہے اور کوئی اور بھی۔ دودھ تو چونکہ ناپاک اور حرام نہیں مگر خون حرام اور پیشاب ناپاک ہے لہٰذا ایسے حرام یا ناپاک اجزا سے مجبوری کے علاوہ عام حالات میں استفادہ جائز نہیں۔

(۱) [ابو داؤد: کتاب الترجل: باب فی الانتفاع بالعاج (۴۲۰۹) یاد رہے کہ اس کی سند کمزور ہے تاہم خیر القرون میں غیر ماکول اللحم جانور مثلاً ہاتھی وغیرہ کے اعضا کو استعمال میں لایا جاتا رہا ہے، اور علمائے سلف بھی اسے معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ دیکھئے بخاری: کتاب الوضو: باب مایقع من النجاسات...]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد رہے کہ انسان کے مائع اعضا واجزا (مثلاً خون وغیرہ) اور غیر مائع (مثلاً گردہ ،آنکھ،وغیرہ) میں فرق ہے اور وہ یہ کہ اول الذکر کا تعلق ان اجزا سے ہے جو الگ یا خارج ہونے کی صورت میں پھر سے پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً خون ،دودھ،بال ،ناخن وغیرہ اور ثانی الذکر ان اعضا سے تعلق رکھتے ہیں جو دوبارہ پیدا نہیں ہوتے یعنی اول الذکر اعضا واجزا کی قدرتی تلافی تو ممکن ہے مگر ثانی الذکر کی تلافی ممکن نہیں ۔اس لیے پیوندکاری کے سلسلہ میں شرعی احکام وضوابط طے کرتے وقت اس فرق کو ضرور ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔

مائع اعضا کی منتقلی میں صرف 'خون' ہی شامل ہے اور اس کی منتقلی بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے۔(جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تفصیل گزر چکی ہے)اور اس کے علاوہ دیگر اعضا مثلاً گردہ ،آنکھ وغیرہ کی منتقلی و پیوندکاری میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔خواہ یہ پیوندکاری زندہ افراد کے اعضا سے کی جائے یا مردہ سے۔شروع شروع میں اہل علم کی بڑی تعداد اعضا کی منتقلی و پیوندکاری کی تمام صورتوں کو مطلق حرام قرار دیتی رہی تھی لیکن آہستہ آہستہ اس رائے میں بڑی حد تک تبدیلی پیدا ہو چکی ہے اور اب اہل علم کی ایک بڑی تعداد مردہ شخص کے اعضا سے استفادے کو چند شرائط کے ساتھ جائز قرار دینے لگی ہے۔ اسی طرح زندہ افراد کے اعضا سے پیوندکاری کو بھی اب بہت سے علمانے چند ضوابط کے ساتھ جائز تسلیم کر لیا ہے۔اس سلسلہ میں ہماری رائے کیا ہے؟ اسے ہم ذیل میں قدرے تفصیل سے ذکر کریں گے اور بقیہ سوالات بھی ضمنی طور پر اس کے تابع آجائیں گے۔

انسانی اعضا کی منتقلی اور پیوندکاری:

سب سے پہلے یہ بات یاد رہے کہ انسان خواہ زندہ ہو یا مردہ ،اس کے اعضا سے استفادہ کے لیے اس کے جسم کی قطع و برید کے جواز کے حوالے سے قرآن وسنت کی کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صریح نص (دلیل) موجود نہیں ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو بظاہر اس کے عدم جواز پر ہمیں کئی ایک اشارات ملتے ہیں مثلاً انسانی جسم کو قابل عزت وتکریم قرار دیا گیا ہے اور ان کی چیر پھاڑ اس عزت وتکریم کے بظاہر منافی ہی معلوم ہوتی ہے۔ انسانی عزت وتکریم کے بہت سے دلائل ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (الاسرأ:۷۰)

''یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی وتری کی سواریاں عطا کیں''

۲۔ ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (التین ۔۴)

''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔''

۳۔ یہ عزت وتکریم صرف زندگی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ موت کے بعد بھی مردہ انسان کی تکریم کا حکم دیا گیا ہے اور ہر ایسے کام سے منع کیا گیا ہے جو اس کی عزت وتکریم کے منافی ہو۔ مثلاً نبی اکرمؐ کا فرمان ہے:

''کسر عظم المیت ککسرہ حیا''(۱)

''مردے کی ہڈی توڑنا ایسے ہی ہے جیسے زندہ شخص کی ہڈی توڑنا ہے!''

۴۔ اسی طرح لاش کا مثلہ کرنے (یعنی شدت انتقام میں لاش کے اعضا کی قطع وبرید کرنے اور اس کی شکل وصورت بگاڑنے) سے بھی منع کیا گیا ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے:

✿ حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب کسی شخص کو لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرتے تو اسے اللہ سے ڈرنے اور اپنی ماتحت جماعت کیساتھ نیکی وبھلائی سے پیش آنے کی خاص وصیت فرماتے اور یہ حکم فرماتے:

''اغزوا باسم الله فی سبیل الله قاتلوا من کفر بالله اغزوا فلا تغلوا ولاتغدروا ولاتمثلوا ولاتقتلوا ولیدا.....''

(۱) [ابوداؤد: کتاب الجنائز: باب فی الحفار یجد العظم ---(۳۲۰۷/۳۲۰۵) ابن ماجہ: کتاب الجنائز (۱۶۱۶) مؤطا: کتاب الجنائز (۴۵) مسند احمد (۵۸/۶، ۱۰۰، ۱۰۵)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کے راستے میں اللہ کا نام لے کر جہاد کرو اور کافروں کے ساتھ لڑو۔ جہاد کرو لیکن خیانت نہ کرو، دھوکہ بازی نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور بچوں کو قتل نہ کرو۔''(۱)

✿ حضرت صفوان بن عسالؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک سریہ (چھوٹا لشکر) بھیجتے وقت ہمیں فرمایا کہ

''سیروا باسم الله فی سبیل الله قاتلوا من کفر بالله ولا تمثلوا''(۲)

''اللہ کا نام لے کر اس کے راستہ میں جہاد کے لیے نکلو اور کافروں کے ساتھ لڑائی کرو مگر (ان کا) مثلہ نہ کرو۔''

✿ حضرت عبداللہ بن یزید انصاریؓ سے مروی ہے کہ

''نهی النبی عن النهبی والمثلة''(۳)

''نبی اکرم ﷺ نے لوٹ مار مچانے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔''

لاش کا مثلہ چونکہ اس کی اہانت وتذلیل کے لیے کیا جاتا تھا اس لیے آپؐ نے اسے انسانی عزت وحرمت کے منافی قرار دے کر اس سے منع فرمادیا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان کی عزت وتکریم موت وحیات بہر دوصورت ضروری ہے لیکن قرآن وسنت ہی کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صورتوں میں انسانی اعضا کی قطع وبرید جائز بھی ہے مثلاً ایک شخص دوسرے کا ہاتھ، پاؤں وغیرہ کاٹ دے تو اس کے بدلہ میں اس کا ہاتھ، پاؤں کاٹا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ المائدۃ (آیت۔۴۵) سے ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح دشمن پر رعب ڈالنے یا کسی اور خاص جنگی ضرورت کے لیے دشمن کی گردن کاٹنے کی بھی گنجائش موجود ہے عہد نبوی میں اس کی بعض مثالیں موجود ہیں۔ اسی طرح

(۱) [مسلم کتاب الجهاد :باب تامیر الامام الامراء علی البعوث ..... (۱۷۳۱)احمد (۳۵۲/۵) دارمی (۲۱۵/۳) ابو یعلی (۱٤۱۳) ابو داؤد (۲٦۱۳)ترمذی (۱٤۰۸،۱٦۱۷)ابن حبان (٤۷۳۹)ابن ماجه (۲۸۵۸)بیهقی (۱۵/۹)]

(۲) [ابن ماجه :کتاب الجهاد :باب وصیةالامام (۲۸۵۷)مسند احمد (۲٤۰/٤)]

(۳) [بخاری کتاب المظالم :باب النهبی بغیر اذن صاحبه (۲٤۷٤) احمد (۳۰۷/٤)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر غیر ارادی طور پر لاشوں کا مثلہ ہو جائے یا ارادی طور پر بغرض مجبوری ایسی صورت پیش آ جائے مثلاً لاشوں سے ٹینکوں کا گزارنا وغیرہ تو یہ مندرجہ حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔

اسی طرح معصوم الدم مسلمانوں کو قتل کرنا جائز نہیں لیکن اگر کوئی ایسی صورت پیش آ جائے کہ کفار دوران جنگ اپنے زیر قید یا زیر تولیت مسلمان کو ڈھال کے طور پر اپنے لشکر کے آگے کر لیں اور حملہ کی صورت میں مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے ہی مسلمان بھائی مارے جانے کا قوی اندیشہ ہو جبکہ حملہ نہ کرنے کی صورت میں یہ خدشہ بھی قوی ہو کہ کفار آگے بڑھ کر مسلم علاقے پر قبضہ کر لیں گے اور مسلم ریاست کے باشندوں کو بھی تہہ تیغ کر دیں گے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کون سی صورت ہلکی (اھون) اور کون سی زیادہ نقصان کی ہے؟ اگرچہ ہیں تو یہ دونوں صورتیں نقصان کی مگر دوسری صورت میں چونکہ نقصان زیادہ ہے، اس لیے اس بڑے نقصان سے بچنے کے لیے چھوٹے نقصان (یعنی پہلی صورت) کو برداشت کر لیا جائے گا لیکن اس کے باوجود ڈھال کے طور پر استعمال ہونے والے مسلمانوں کے بچاؤ کے لیے ہر ممکنہ تدبیر اختیار کی جائے گی۔

اہل علم (اصولیین) نے اسے اختیار اھون البلیتین یا اختیار اخف الضررین قرار دیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دو برائیاں/خرابیاں پیش آ جائیں تو ان میں سے بڑی برائی اور خرابی سے بچنے کے لیے چھوٹی اور کمتر درجہ کی برائی اختیار کرنا جائز ہے۔[1]

اس ضمن میں درج ذیل مثالیں بھی پیش کی جاتی ہیں:

❶ حربی کفار کے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا ممنوع ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے:

(۱) [اس اصول کی تفصیلات کے لئے دیکھئے: الاشباہ والنظائر لابن نجیم (ص ۸۹)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک غزوہ میں دیکھا کہ ایک عورت قتل کی گئی ہے تو آپ نے اسے ناپسند کیا اور بچوں اور عورتوں کے قتل سے منع کر دیا۔ (۱)

حضرت رباح بن ربیعؓ سے مروی ہے کہ ہم ایک جنگ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ تھے کہ ایک جگہ پر لوگوں کا ہجوم دکھائی دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی روانہ کیا تا کہ لوگوں کے ہجوم کی وجہ معلوم کرے۔ اس نے آ کر کہا کہ ایک مقتول عورت کی وجہ سے لوگ جمع ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت تو لڑنے والوں میں شامل نہ تھی۔ مقدمۃ الجیش کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کے ذریعے خالدؓ کو پیغام بھیجا کہ

"لا تقتلن امرأة ولا عسيفا" کسی عورت اور مزدور وغیرہ کو قتل نہ کرو۔" (۲)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ (جہادی لشکر) روانہ کرتے وقت فرماتے:

انطلقوا باسم الله وعلى ملة رسول الله ولاتقتلوا شيخا فانيا ولاطفلا ولاصغيرا ولاامرأة ولاتغلوا وضموا غنائمكم واصلحوا واحسنوا ان الله يحب المحسنين (۳)

"اللہ کا نام لے کر اور اللہ کے رسول کے طریقے پر کوچ کرو۔ کسی عمر رسیدہ ضعیف کو قتل نہ کرو، کسی بچے کو نہ چھوٹے کو اور نہ ہی کسی عورت کو قتل کرو، خیانت نہ کرو۔ مال غنیمت ایک جگہ جمع کرو، نیکی واحسان کرو بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔"

(۱) [بخاری: کتاب الجهاد: باب قتل الصبيان فی الحرب (۳۰۱۴) باب قتل النساء فی الحرب (۳۰۱۵) مسلم (۱۷۴۴) ابو داؤد (۲۶۶۸) ترمذی (۱۵۶۹) ابن ماجه (۲۸۴۱)]

(۲) [ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی قتل النساء (۲۶۶۹) احمد (۴۸۸/۳-۱۷۸/۴) بیهقی (۹۱/۹) حاکم (۱۲۲/۲) السنن الکبری للنسائی (۱۸۶/۵) ابن ماجه (۴۸۴۲) ابن حبان (۴۷۹۱)]

(۳) [ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب فی دعاء المشرکین: (۲۶۱۴) اگرچہ اس کی سند میں ضعف ہے تاہم دیگر روایات سے اس کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❑ اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت انہیں قتل کرنا جائز ہے۔
حافظ ابن حجرؒ نے ان دونوں طرح کی روایات میں یہی تطبیق دی ہے کہ
''جب لڑنے والے مردوں تک پہنچنا ان کی عورتوں اور بچوں کو قتل کیے بغیر ممکن نہ ہو اور مخلوط ہونے کی وجہ سے عورتیں اور بچے بھی قتل ہو جائیں تو پھر کچھ گناہ نہیں۔''(۱)

❷ اسی طرح اگر کوئی عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو یا عورت زندہ ہو مگر اس کے پیٹ کا بچہ فوت ہو چکا ہو تو ان دونوں صورتوں میں عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے گا تاکہ پہلی صورت کے مطابق زندہ بچے کو اور دوسری صورت کے مطابق عورت کو متوقع خطرے سے بچایا جا سکے۔ حالانکہ عورت کا پیٹ چاک کرنا بظاہر اس کی چیر پھاڑ ہونے کی وجہ سے عزت و تکریم کے منافی ہے مگر مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسا کیا جائے!

زندہ شخص کے اعضا سے پیوند کاری:

گزشتہ بحث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسانی بدن عزت و تکریم کے لائق ہے اور اس کی قطع و برید اس کی عزت و تکریم کے منافی ہے لہذا انسانی اعضا کی چیر پھاڑ درست نہیں لیکن اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ایک شخص گردوں کی خرابی کی وجہ سے مر رہا ہو اور اسے کسی صحت مند انسان کا ایک گردہ لگا دیا جائے تو اس کی زندگی بچ جانے کی قوی امید ہو اور دوسری طرف کوئی شخص اپنی رضامندی کے ساتھ ایک گردہ کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو تو اس کا گردہ حاصل کر کے مریض کو منتقل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ مریض کی جان بچانے کے لیے گردہ دینے والے کی جان کو خطرہ نہ ہونے کی ڈاکٹر تصدیق کر دیں اور مریض کی جان بچانے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی صورت باقی نہ رہ گئی ہو۔

---

(۱) [فتح الباری(۴۸۷/۶)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ جواز گزشتہ صفحات میں بیان کردہ اس مسلمہ فقہی قاعدہ کے تحت ہے کہ

''الضرورات تبیح المحظورات / مجبوری، ممنوع اشیا کو جائز کر دیتی ہے۔''

اگر مریض کا کوئی ایسا عضو ناکارہ ہو جائے جس پر اس کی زندگی کا دارومدار نہ ہو اور جس کے ناکارہ ہونے پر اس کی موت واقع ہونے کا بھی اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں کسی زندہ شخص کے خون، دودھ اور بالوں کے علاوہ کسی اور عضو یا جزو سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ مثلاً ایک شخص کی آنکھیں ضائع ہو جائیں تو دوسرے زندہ شخص کی ایک آنکھ نکال کر اسے لگانا جائز نہیں کیونکہ آنکھوں کے تلف ہونے کی صورت میں جان تلف ہونے کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے ایسے مریض کے لیے کسی زندہ شخص کی آنکھ نکال کر اسے مشقت اور عیب سے دوچار کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر مردہ شخص کی آنکھ اسے لگا دی جائے تو یہ 'اھون البلیتین' اور 'حاجت' کے پیش نظر جائز ہے۔ اس کی مزید توضیح آئندہ سطور میں آ رہی ہے۔

مردہ شخص کے اعضا سے پیوند کاری:

گزشتہ صفحات میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مسلمان شخص کی عزت و تکریم موت و حیات دونوں صورتوں میں ضروری ہے لیکن اگر ایک شخص گردوں کی خرابی کی وجہ سے جان بلب ہو تو اس کی جان بچانے کے لیے مردہ شخص کے گردوں سے استفادہ کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح جان بچانے کے لیے مردار کھانا جائز ہے۔

بعض لوگ اس سلسلہ میں ان فقہا کی آرا کو پیش کرتے ہیں جو حالت اضطرار میں انسانی نعش کھانے کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور اسے الضرورات تبیح المحظورات کے قاعدے سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں حالانکہ ان فقہا کے برعکس ایسے فقہا بھی ہیں جو حالت اضطرار میں انسانی نعش کھا لینے کے جواز کے قائل ہیں بشرطیکہ اور کوئی متبادل نہ ہو۔ اس لیے فقہا کے اختلاف سے بالاتر ہو کر قرآن مجید سے مستنبط ہونے والے مذکورہ قاعدے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عموم کو مدنظر رکھا جائے تو یہ بات صاف طور پر درست معلوم ہوتی ہے کہ جان بچانے کے لیے انسانی نعش سے بقدر ضرورت گوشت کھالینا جائز ہے۔

حالت اضطرار میں بھی انسانی اعضا سے استفادہ کے سلسلہ میں زندہ اور مردہ دونوں کی صورت قریب قریب ہے مگر اس کے علاوہ دیگر حالات (حاجت، مصلحت، جلب منفعت و دفع مضرت وغیرہ) کے پیش نظر زندہ اور مردہ کے مابین فرق کیا جائے گا۔ یعنی کسی شخص کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہے تو وہ زندہ شخص سے آنکھ نہیں لے سکتا اور نہ ہی زندہ شخص ازراہ ایثار اسے آنکھ دے سکتا ہے کیونکہ اس چیز کا تعلق حیات وممات کی کشمکش کے ساتھ ہرگز نہیں تاہم مردہ شخص کی آنکھیں اگر کام آسکیں تو اھون البلیتین (یعنی دو خرابیوں میں سے چھوٹی کو اختیار کرنا) کے قاعدے کے پیش نظر اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ میت کی آنکھ نکالنا اگرچہ ایک خرابی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کسی زندہ شخص کا نابینا ہوکر رہنا اس سے بڑی خرابی ہے، بالخصوص اگر وہ نابینا شخص امت مسلمہ کے لیے اجتماعی طور پر بڑا مفید اور اہم حیثیت کا حامل ہو۔ اس لیے اس بڑی خرابی کے مقابلہ میں اس چھوٹی خرابی کو اختیار کرنا درست ہے۔

اس طرح جلب منفعت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اگر ایک مردہ کے کچھ اعضا زندہ لوگوں کی مشکلات دور کرسکتے ہیں تو ان سے استفادہ کرلینا اس بات سے بہتر ہے کہ اسے مٹی میں مل جانے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

اسی طرح اگر ازالہ عیب کے لئے مردسونے جیسی حرام چیز کو بھی ازروئے شریعت استعمال کرسکتا ہے تو بینائی حاصل کرنے کے لیے ایک مردہ کی آنکھ کیوں نہیں استعمال کرسکتا!

مسلم اور غیر مسلم کا فرق:

انسانی اعضا کی منتقلی و پیوندکاری کی جائز صورتوں میں یہ تو درست ہے کہ کسی غیر مسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اعضا سے مسلمان کو فائدہ پہنچایا جائے لیکن یہ ہرگز جائز نہیں کہ مسلمان خواہ زندہ ہو یا مردہ، اس کے اعضا 'حربی غیر مسلم' کے جسم میں منتقل کئے جائیں۔

پہلی صورت تو اس لیے جائز ہے کہ اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ جب بعض صورتوں میں خنزیر اور کتے وغیرہ کے اعضا سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے تو غیر مسلم کے جسمانی اعضا سے بطریق اولیٰ استفادہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کی نجاست حکمی ہے عینی نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ غیر مسلموں کے اعضا واجزا (خون وغیرہ) میں اثرات خبیثہ ہوسکتے ہیں اور تقوی واحتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان اعضا کے استفادہ سے اجتناب کیا جائے مگر اسے صریح طور پر حرام قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں۔

دوسری صورت کے ناجائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حربی کفار کے خلاف تو جنگ کی جاتی ہے پھر انہیں اعضا دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے، البتہ ذمی، معاہد اور غیر جانبدار کفار کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے اور جہاں کسی غیر مسلم کو خون یا دیگر اعضا کا عطیہ دینے سے اس کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو وہاں یہ کئی اور پہلوؤں سے بھی جائز ہوجاتا ہے۔

پانچویں سوال کا جواب:

زندہ شخص کا عضو حاصل کرنے کے لیے اس کی اجازت ضروری ہے کیونکہ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کی چیز اس کی اجازت ورضامندی کے بغیر استعمال میں لائی جائے۔ حتی کہ کسی کی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھنے سے بھی آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا۔[1] اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کسی کی لاٹھی (اس کی اجازت ورضا کے بغیر) نہ اٹھائے، نہ مذاق کے طور پر اور نہ ہی سنجیدہ طور پر۔[2]

جب کسی شخص کی ایک لاٹھی اس کی اجازت ورضامندی کے بغیر استعمال کرنا درست

(۱) [ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ماجاء من احق بالامامۃ (۲۳۵)]

(۲) [ترمذی: کتاب الفتن: باب ماجاء لایحل لمسلم ان یروع مسلم (۲۱۶۰) ابوداؤد: کتاب الادب: باب من یأخذ الشیء من مزاح۔۔۔(۵۰۰۳)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں تو پھر اس کی اجازت کے بغیر اس کے جسم کو کوئی اہم حصہ استعمال کر لینا کسی طرح درست ہو سکتا ہے!

البتہ اس سلسلہ میں یہ بات واضح رہے کہ کسی شخص کے لئے اپنا جسمانی عضو ہبہ کرنے کی اجازت ورضا بھی صرف اسی صورت درست اور از روئے شریعت معتبر ہو سکتی ہے جب:

۱۔ وہ شخص کوئی ایسا عضو ہبہ کر رہا ہو جس کے بغیر دوسرے شخص کا زندہ رہنا ناممکن ہو۔

۲۔ اس عضو کے ہبہ کرنے کی صورت میں اس کی اپنی زندگی کو بھی کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

۳۔ انسانی عضو کے علاوہ اس کا کوئی اور متبادل حل باقی نہ رہ گیا ہو۔

اگر یہ شرائط نہ ہوں تو پھر کسی شخص کا اپنی اجازت کے ساتھ اپنا کوئی عضو دوسرے شخص کے لیے پیش کرنا جائز نہ ہوگا۔ مثلاً کسی نابینے کو آنکھ دینا دوسرے زندہ شخص کے لیے کسی صورت جائز نہیں کیونکہ نابینا آنکھوں کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے!

چھٹے سوال کا جواب:

مردہ شخص کا عضو حاصل کرنے کے لیے اس کی پیشگی اجازت (وصیت) ضروری ہے اور اپنے اعضا سے ضرورت مندوں کی مدد کے لیے استفادہ کی اگر وہ اجازت دے گیا ہو تو اس کی اس وصیت پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تائید حضرت ابو سعیدؓ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ نبی اکرمؐ نے گزشتہ قوموں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو مال و دولت اور اولاد کی نعمت سے سرفراز کر رکھا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمہارے لیے کس طرح کی حیثیت کا باپ تھا؟ بیٹوں نے کہا کہ آپ اچھے باپ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس نے کہا کہ میں اللہ کے ہاں نیکیوں کا ذخیرہ نہیں کر سکا اور مجھے ڈر ہے کہ میں اللہ کے ہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دیں گے لہذا تم ایسا کرنا کہ جب میں مرجاؤں تو میری لاش کو جلا دینا اور جب لاش جل کر کوئلہ بن جائے تو اسے پیس کر راکھ بنا دینا اور جس دن تند و تیز آندھی آئے اس دن اس راکھ کو آندھی میں اڑا دینا۔

آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص نے اس بات پر اپنے بیٹوں سے پختہ وعدہ لیا اور بخدا! اس کے بیٹوں نے اس کی موت کے بعد ایسا ہی کیا۔ مگر (جب وہ اللہ کے حضور پہنچا تو) اللہ تعالیٰ نے لفظ کُن (ہوجا) کہہ کر اسے زندہ فرمادیا اور وہ ایک آدمی کی شکل میں زندہ ہوکر کھڑا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اے میرے بندے! بتا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا: ''(یا اللہ!) آپ کے خوف سے!'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا اور (ایک اور روایت میں ہے کہ) اسے معاف فرمادیا۔''(۱)

معلوم ہوا کہ انسان اپنے جسم کے بارے میں اس طرح کی وصیت کرسکتا ہے کیونکہ اس شخص کی مذکورہ وصیت کے جائز یا ناجائز ہونے کے سلسلہ میں آپؐ نے سکوت فرمایا اور آپؐ کا سکوت اس کے جواز کی دلیل بن سکتا ہے۔ اس طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ موت کے بعد ورثا ہی میت کے وارث ہوتے ہیں اور اگر میت نے اپنے اعضا کے بارے میں کوئی وصیت نہ کی ہو، تو لواحقین اور ورثا کی اجازت کفایت کرسکتی ہے اور کسی میت کے بالفرض ورثا بھی نہ ہوں تو حکومتِ وقت اس کی وارث اور ذمہ دار ہوتی ہے کیونکہ حدیث نبویؐ ہے:

" فالسلطان ولی من لا ولی له"(۲)

''حاکم وقت اس کا ولی ہوگا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔''

---

(۱) [بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب(٥٤)رقم الحدیث(٣٤٧٨،٣٤٧٩)]

(۲) [ابوداؤد: کتاب النکاح: باب فی الولی (٢٠٨٣)ترمذی: کتاب النکاح: باب ماجاء لا نکاح الا بولی (١١٠٢)احمد(٤٧/٦)دارمی (١٣٧/٢)ابن ماجه (١٨٧٩)بیهقی (١٠٥/٧)ابو یعلی (٤٦٩٢)شرح السنة (٣٣/٥)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتویں سوال کا جواب:

مستقبل کے کسی حادثہ کے امکان کی بنیاد پر اپنا عضو قبل از وقت دینا جائز معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یہ ایک سنگین نوعیت کا مسئلہ ہے جسے محض امکان یا گمان کی بنیاد فراہم نہیں کی جاسکتی۔ البتہ 'خون' عام مستعمل اور معاشرتی ضرورت ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ ہے۔

آٹھویں سوال کا جواب:

انسانی اعضا واجزا کی خرید وفروخت جائز نہیں کیونکہ یہ مال متقوم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ امانت ہیں اور انہیں اللہ کے احکام کے تابع فرمان رکھنا ہی شریعت کا منشا ہے۔ باقی رہا ان اعضا کا ہبہ کرنا تو یہ انتہائی ضرورت اور مخصوص حالات کے علاوہ جائز نہیں البتہ اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مطلوبہ عضو بغیر قیمت نہ مل رہا ہو اور اس کی ضرورت بھی ہو تو ازراہ مجبوری قیمت دے کر بھی اسے خریدا جاسکتا ہے۔

نوویں سوال کا جواب:

یہ سوال اس لیے اہم ہے کہ انسانی جسم کے اعضا موت واقع ہونے کے فوراً بعد حاصل کر کے محفوظ کر لیے جائیں تو وہ قابل استفادہ ہوتے ہیں اور اگر چند گھنٹوں (عام طور پر تین سے چھے گھنٹوں) کے بعد انہیں جسم سے نکالا جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا جب کہ حیات وممات کی کشمکش میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ مطلوبہ شخص کی زندگی اور موت کے بارے میں شش وپنج رہتا ہے اور زندگی ہی میں اس کے اعضا نکال باہر کیے جاتے ہیں! اس کی ایک وجہ موت کی تعریف میں اختلاف رائے ہے۔ کیونکہ موت کی معروف تعریف تو یہی ہے کہ

''مفارقة الروح للبدن / بدن سے روح نکل جانے کو موت کہتے ہیں''

لیکن اس میں بہت سے اشکالات پیدا ہوتے ہیں مثلاً: روح کیا ہے؟ انسانی جسم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کہاں رہتی ہے؟ جسم سے کس طرح نکلتی ہے؟ کیونکہ یہ ایک غیر مرئی چیز ہے اور آج تک ایسے آلات بھی ایجاد نہیں ہوئے جو اس کے بارے میں کچھ بتا سکیں اس لیے یہ بہت ضروری ہے کہ موت واقع ہونے سے پہلے جسمانی اعضا نہ نکالے جائیں۔ باقی رہی یہ بات کہ کسی شخص کے بارے میں موت کا تعین کب اور کس طرح کیا جائے گا تو اس کا فیصلہ ماہر ڈاکٹروں کی ٹیم ہی کر سکتی ہے۔

دسویں سوال کا جواب:

یہ سوال بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ جس طرح قرآن وسنت کے دلائل سے **الضرورت تبیح المحظورات** کا قاعدہ فقہانے اخذ کیا ہے، اسی طرح فقہانے قرآن وسنت کے بیسیوں دلائل سے یہ قاعدہ بھی اخذ کیا ہے کہ اگر کسی مباح یا مستحب چیز کسی بڑی خرابی کا ذریعہ بن رہی ہو تو اس بڑی خرابی پہ قابو پانے کے لیے اس مباح یا مستحب چیز کو ممنوع قرار دے دیا جائے گا۔ اسے **قاعدہ سدذرائع** کا نام دیا جاتا ہے۔

مذکورہ قاعدہ کی روشنی میں اگر اعضا کی پیوند کاری (جس کی بعض صورتیں ہم نے جائز قرار دی ہیں) کا جائزہ لیا جائے تو اس کا یہ منفی پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ اگر یہ طریقہ علاج عام ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ انسانی لاشوں کی خرید وفروخت جیسا گھناؤنا کاروبار شروع ہو جائے گا بلکہ مالی مشکلات کا شکار طبقہ اپنے اعضا فروخت کر کے گزر بسر کی راہ اختیار کر لے گا اور اس سے بھی آگے یہ امکان مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ اس مقصد کے لیے لوگوں کو اغوا کیا جانے لگے گا اور ہسپتالوں میں آنے والے عام مریضوں کو بے ہوش کر کے اور دھوکہ دے کر ان کے اعضا (گردے وغیرہ) نکال کر فروخت کیے جائیں گے۔

یہ محض مفروضہ نہیں بلکہ عملی طور پر اس کی بہت سی مثالیں بھی پیش آ چکی ہیں۔ ان مفاسد کی وجہ سے بعض اہل علم نے مطلق طور پر اور بعض نے سد ذریعہ کی روشنی میں اعضا کی پیوند کاری کو حرام قرار دیا ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی راہنمائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کراچی کے اکابر علما کے ایک بورڈ نے انسانی اعضا کی پیوندکاری کی ممانعت کے سلسلہ میں جو فتوی دیا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی جیسا کہ مولانا گوہر رحمٰنؒ رقمطراز ہیں کہ

''اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عمل انسانی لاشوں کو مال تجارت بننے کا ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے اور یہ اکابر علما (یعنی محمد شفیعؒ، یوسف بنوریؒ، اور ان کی کابینہ) اضطراری حالت میں حرام چیزوں کے غذا یا دوا استعمال کرنے کو جائز سمجھتے ہیں لیکن انسانی اعضا کی ترقیع (پیوندکاری) کے جواز کے اس لیے قائل نہیں کہ یہ احترام آدمیت کے منافی ہے اور ایک انسان کی زندگی بچانے کے لیے دوسرے انسان کی لاش کی بے حرمتی کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ان اکابر اہل علم نے صرف ''قانون ضرورت'' کو مدنظر نہیں رکھا بلکہ ''قانون سدذریعہ'' کے مقتضیات کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور دونوں پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد آخری فیصلہ عدم جواز کے حق میں دیا ہے لیکن عرب، الجزائر، ملیشیا، اور عالم اسلام کے بعض اہل علم کی رائے یہ بنی ہے کہ مال تجارت بننے کی انسدادی تدابیر کی جانی چاہئیں اور اضطراری حالت میں اس عمل کی اجازت دے دینی چاہیے۔''(۱)

اس سلسلہ میں راقم الحرف کی رائے یہ ہے کہ مفاسد کے خاتمہ کے لیے بھرپور انسدادی تدابیر اختیار کی جائیں اور سخت سزا پر مبنی قانون بنا کر اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے ورنہ محض سدذرائع کے پیش نظر آخر کن کن مباح چیزوں پر پابندی لگائی جائے گی اور اگر بالفرض کوئی ملک یہ سمجھتا ہو کہ اس سلسلہ میں وہ انسدادی تدابیر اختیار نہیں کرسکتا تو پھر یہ الگ بات ہے کہ ازراہ مجبوری وہ سدذرائع کی راہ ہی اختیار کرلے۔ واللہ اعلم!

(۱) [''تفہیم المسائل'' از مولانا گوہر رحمانؒ (ج۳ ص۱۸۷، ۱۸۸)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل : ٦

اعضا کی پیوند کاری کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں عرب وعجم کے ممتاز علما کے فتاویٰ

(۱) اسلامی نظریاتی کونسل (پاکستان) کی رائے: ✿

اسلامی نظریاتی کونسل ملک کا ایک نہایت وقیع ادارہ ہے، جس میں قدیم وجدید علوم کے ماہرین سر جوڑ کر بیٹھتے اور مسائل کا کتاب وسنت کی روشنی میں حل ڈھونڈتے ہیں۔ کونسل میں کافی عرصہ تک یہ مسئلہ زیرِ غور رہا، کونسل کی رائے میں اس مسئلہ کے تین پہلو ہیں:

۱۔ کسی شخص کا اپنے کسی عضوِ جسم کا عطیہ دینا

۲۔ اس عضو کا نکالنا

۳۔ اس عضو کی دوسرے زندہ انسان کے جسم میں پیوند کاری

نمبر ایک کی پھر دو صورتیں ہیں:

✿ [واضح رہے کہ آئندہ صفحات میں آنے والے سترہ (۱۷) فتاوی میں سے پہلے آٹھ فتاوی، ایک اہلحدیث عالم محمد خالد سیف صاحب کے مضمون ''انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور انتقال خون'' (مطبوعہ 'منہاج' لاہور رج ۸ عدد ۲/اپریل ۱۹۹۰ء) سے ماخوذ ہیں۔ اس لئے انہیں موصوف ہی کے الفاظ سے بالترتیب ذکر کیا جارہا ہے جبکہ ان کے علاوہ اس موضوع سے متعلقہ بعض اور اہم فتاوی بھی مختلف رسائل ومجلات اور کتابوں سے تلاش کر کے راقم نے آئندہ صفحات میں درج کردیئے ہیں۔ اور اگر کسی صاحب کو اس موضوع سے متعلقہ مزید تفصیلات مطلوب ہوں تو وہ شیخ محمد علی البار، کی کتاب 'الموقف الفقهي والاخلاقي' (دار القلم، دمشق، طبع ۱۹۹۴ء) کا ضمیمہ ملاحظہ کرسکتا ہے۔ جس میں موصوف نے اس موضوع سے متعلقہ بیسیوں کتابوں، مقالوں اور فتاوی جات کی تفصیلی فہرست مہیا کردی ہے] فجزاه الله خيرا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الف) کسی زندہ شخص کا اپنی زندگی میں کسی عضو کا عطیہ دینا۔
(ب) کسی زندہ شخص کا اپنی زندگی میں یہ وصیت کرنا کہ اس کے مرنے کے بعد فلاں عضو اس کے جسم سے نکال کر کسی دوسرے ضرورت مند شخص کو لگا دیا جائے۔

جہاں تک (الف) میں مذکور صورت کا تعلق ہے، کونسل کے نزدیک کسی زندہ شخص کے جسم سے کوئی عضو اس کی اجازت کے باوجود مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر قطع کرنا اور پیوند کرنا حرام ہے:

۱۔ یہ نظامِ قدرت میں دخل اندازی کے مترادف ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام اعضاء اور صلاحیتوں کے ساتھ ایک اکائی کے طور پر پیدا کیا ہے۔ اس اکائی میں سے کوئی جز الگ کر لیا جائے تو یہ اکائی مکمل حالت میں باقی نہیں رہتی بلکہ ناقص ہو جاتی ہے۔

۲۔ شریعت کی رو سے انسانی جسم انسان کی ملکیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ودیعت ہے اور انسان کو اس ودیعت میں قطع و برید کا حق حاصل نہیں ہے اور اسی بناء پر کوئی مسلمان فقیہ اس عطیہ کو جائز نہیں سمجھتا۔

۳۔ زندہ انسانی جسم سے کسی عضو کے قطع کرنے سے اس جسم کی صلاحیت کار دائما متاثر ہو جاتی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے دو دو اعضاء میں سے ایک کا عطیہ دے دینے سے مستقبل میں دوسرے عضو کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

۵۔ موجودہ مادی دور میں انسانی اعضاء کی خرید و فروخت کا مذموم کاروبار شروع ہو جائے گا، جس سے اشرف المخلوقات کا جسم بھی بھیڑ بکریوں کی طرح بکاؤ مال بن کر رہ جائے گا، جیسا کہ انسانی خون کا کھلے بندوں کاروبار ہو رہا ہے، اسی طرح پاکستان میں متمول حضرات کی طرف سے یہ اشتہارات آ رہے ہیں کہ جو شخص اپنا گردہ دے گا، اس کو ایک لاکھ روپیہ معاوضہ دیا جائے گا لہذا سدِ ذریعہ کے طور پر بھی زندہ انسان کے جسم اور اعضاء کو کاروباری لین دین کا موضوع بننے سے روکنا ضروری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک (ب) میں مذکور صورت کا تعلق ہے، تو کسی میت کی وصیت کے مطابق اس کی موت واقع ہو جانے کے بعد اس کا عضو قطع کیا جا سکتا ہے۔ اس وصیت کی حیثیت اصلاحی وصیت کی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد موصی (وصیت کرنے والے) شخص کی یہ خواہش ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضا اس کے کام نہیں آئیں گے اور ان سے کسی دوسرے مضطر شخص کو فائدہ ہونے کی توقع ہے۔ اگر اس کی اس خواہش کی تکمیل سے دوسرے شخص کو فائدہ حاصل ہو سکے تو اس کی یہ خواہش اس کے مرنے کے بعد پوری کی جا سکتی ہے۔ اس وصیت کی تعمیل مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ہوگی:

۱۔ یہ کہ وہ عضو موصی کی طرف سے خالصۃ للہ ہدیہ ہونا چاہیے۔

۲۔ ورثائے میت اس کے جسم سے عضو قطع کرنے کی اجازت متفقہ طور پر دیں۔ اگر کوئی ایک وارث بھی اس پر رضامند نہ ہو تو وہ عضو قطع نہیں کیا جائے گا البتہ کسی لاوارث شخص کی وصیت پر اس کی موت کے بعد اس کی نعش سے کوئی عضو علیحدہ کرنے کے لیے ایسی رضامندی کی ضرورت نہ ہوگی۔

۳۔ موصی کی وصیت کے مطابق اس عضو کو دو ثقہ اور متقی ڈاکٹروں کی اس تصدیق پر قطع کیا جائے گا کہ اس شخص کی موت واقع ہو چکی ہے۔

۴۔ ایک ثقہ، متقی، مسلمان ڈاکٹر اس نیت سے وہ عضو الگ کرے گا کہ اس سے کسی ضرورت مند مضطر شخص کو فائدہ پہنچایا جائے گا۔

مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر عطیہ صرف مرنے کے بعد کے لیے ہوگا اور پیوند کاری بھی مذکورہ صورت میں معطی کے مرنے کے بعد ہوگی۔ مرنے کے بعد کسی دوسرے کو فائدہ پہنچانے کے نیک ارادے اور نیک خواہش کی بناء پر کسی عضو کو کاٹ کر جدا کرنا مثلہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ احادیث جو مثلہ اور میت کی ہڈی توڑنے کی ممانعت کے بارہ میں آئی ہیں، ان میں ممانعت کی علت بے حرمتی، تحقیر اور ہتک احترام آدمیت ہے اور یہاں پیوند کاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سلسلے میں کیے جانے والے عملِ جراحی سے میت کی بے حرمتی اور ہتک مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس سے ایک دوسرے انسان کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے جبکہ معطی کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوتا، اس لیے یہاں علتِ جواز مصلحتِ انسانی، مفادِ عامہ، دفعِ ضرر اور ازالہء تکلیف ومشقت ہے۔

(۲) مفتی محمد رفیق چشتی صاحب کا فتویٰ (دار العلوم حامدیہ رضویہ، کراچی)

دارالافتاء دارالعلوم حامدیہ رضویہ کراچی کے مفتی محمد رفیق چشتی صاحب نے ۲۷، اکتوبر ۱۹۸۰ء کو اس مسئلہ کے بارہ میں فتویٰ دیا جو کہ ''العلم'' کراچی بابت ماہ اپریل، جون ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا ہے، آپ کے اس مفصل فتویٰ کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:

۱۔ مردہ کی آنکھ کا قرنیہ اخذ کرنا اور زندہ نابینا کو لگانا تاکہ بینائی عود کر آئے، جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ حرام کے ساتھ دوا کرنے کی جزئیات میں سے ہے۔

۲۔ اگر کسی زمانے میں حلال سے علاج ممکن ہو جائے تو یہ ناجائز ہوگا۔

۳۔ شرعاً ایسی کئی صورتیں ہیں، جن میں احترام ساقط ہو جاتا ہے مثلاً حاملہ عورت مر جائے تو اس کے پیٹ کو چاک کر کے زندہ بچہ نکالا جا سکتا ہے گویا زندہ کی خاطر مردہ کا احترام ساقط ہو جاتا ہے۔

۴۔ آنکھ کے قرنیہ کے حصول کے لیے اجازت ضروری ہے۔

علاوہ ازیں مفتی محمد اعظم سعیدی، ممتاز مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا ظفر احمد انصاری کے علاوہ برصغیر پاک وہند کے بہت سے علماء کرام مذکورہ شرائط کے ساتھ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اب ہم برصغیر پاک وہند کے علاوہ دیگر عالمِ اسلام کے جید اور فاضل علماء کرام، مفتیانِ عظام اور فقہاء حضرات کی اس مسئلہ سے متعلق آراء پیش کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) فضیلۃ الشیخ مفتی حسن مامون کا فتویٰ

دارالافتاء مصر کے مفتی فضیلۃ الشیخ مامون نے اس مسئلہ سے متعلق جو فتویٰ دیا، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ میت سے چشم حاصل کر کے زندہ نابینا شخص کو پیوند کاری کے ذریعے بصارت عطا کرنا میت کی محافظت کی نسبت بہت زیادہ مفید ہے، اس لیے یہ شرعا جائز ہے اور اس سے میت کی توقیر وتکریم مجروح نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے میت کی حرمت کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کوئی مصلحت یا اشد ضرورت نہ ہو۔

۲۔ ایسے مردہ اجسام جن کے ورثا نہ ہوں، وفات کے بعد ان کی آنکھیں ایسے زندوں کو بصارت عطا کرنے کے لیے جو اس نعمت سے محروم ہیں، نکال لینا اور انہیں آئی بینک میں محفوظ کرنا شرعا جائز ہے، یہ میت کی حرمت کے منافی نہیں کیونکہ ایسا سخت ضرورت کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

۳۔ جن لوگوں کے وارث موجود ہوں، ان کی آنکھیں نکالنے کا عمل ان کے اختیار میں ہے، ان کی اجازت سے ایسا کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو پھر یہ ناجائز ہوگا[1]

(۴) حکومتِ اُردن کی مجلس افتاء کا متفقہ فیصلہ

پوسٹ مارٹم، اعضاء کی پیوند کاری اور انتقالِ خون سے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں حکومتِ اردن کی مجلس افتاء نے جو متفقہ فیصلہ دیا، وہ اردن کے ماہنامہ ''ھدی الاسلام'' (ج۲۱ ش۴۔۵) میں طبع ہوا ہے۔ اس فتویٰ میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کے ہر پہلو کا شرعی دلائل کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے اور احادیث، اصولِ فقہ اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ پوسٹ مارٹم، اعضاء کی پیوند کاری اور خون کا انتقال بوقتِ ضرورت جائز ہے کیونکہ اصول شریعت یہ ہیں:

(۱) [تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: "الفتاوی الاسلامیة من دارالافتاء المصریة" (ج۷ص۲۵۵۲۔۲۵۵٤)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔الضرورات تبیح المحظورات

ضرورت ممنوع چیز کو جائز کر دیتی ہے

۲۔الضرورات تقدر بقدرھا

ضرورت کو بس بقدر ضرورت تسلیم کیا جائے گا

۳۔للضرورۃ احکام

ضرورت کے لیے مخصوص احکام ہیں

۴۔اذا ضاق الامر اتسع

جب کوئی معاملہ تنگی کا موجب بنتا ہے، تو اس میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے

۵۔المشقۃ توجب التیسیر

مشقت سہولت پیدا کرنے کو لازم ٹھہراتی ہے

۶۔لاینکر ارتکاب اخف الضررین

کم تر برائی کو گوارا کر لینا قابل اعتراض نہیں

البتہ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل شرائط کی موجودگی ضروری ہے:

۱: عطیہ دینے والے کی منظوری یا اس کی موت کے بعد اس کے وارث کی منظوری۔

۲: مضطر کی اشد ضرورت یعنی اس کی زندگی کی سلامتی یا اس کے کسی عضو کی سلامتی اس پر موقوف ہو۔

۳: ایسا عضو یا اس قدر خون منتقل نہیں ہو سکتا، جس سے عطیہ دینے والے کی زندگی خطرے میں پڑ جائے اور یہ عضو بنیادی اہمیت کا حامل ہو۔

۴: عضو کی منتقلی سے عطیہ دینے والے کے جسم میں غیر معمولی بدنمائی پیدا نہ ہو۔

۵: یہ عطیہ رضا کارانہ ہو اور کوئی مادی فائدہ پیش نظر نہ ہو۔

۶: خوف خدا رکھنے والے ڈاکٹر کی سفارش اور نگرانی ضروری ہے۔

اس فتویٰ پر اردن کے سات حضرات مفتیان کرام کے دستخط ثبت ہیں۔ (۱)

(۱)[مجلۃ البحوث الاسلامیہ الریاض، بابت ماہ محرم تا ربیع الاول ۱۳۹۸ (ج ۱ ش ٤، ص ۳۸)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵) مصر کے مفتیٔ اعظم کا فتویٰ

آج سے تقریباً چالیس برس قبل ۱۹۵۱ء میں مصر میں ''دارالابصار'' کے نام سے ایک ادارہ معرض وجود میں آیا جس کا مقصد مردہ انسانوں کی آنکھیں اخذ کر کے نابینا حضرات کو لگانا تھا، اس سلسلہ میں ۱۹۵۲ء میں مفتی اعظم سے فتویٰ پوچھا گیا کہ کیا حکومت کوئی ایسا قانون بنا سکتی ہے، جس کے مطابق ہر مرنے والے کی آنکھ اخذ کر کے ''دارالابصار'' میں محفوظ کر لی جائے اور پھر بوقتِ ضرورت نابینا شخص کو لگا دی جائے اس کے جواب میں مفتیٔ اعظم نے جو فتویٰ دیا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومت ایسا قانونِ عام تو نہیں بنا سکتی کیونکہ اس سے مرنے والوں کے وارثوں کی طرف سے فتنہ وفساد اٹھنے کا اندیشہ ہے، البتہ جو مردے لاوارث ہوں یا جنہیں سزائے موت مل چکی ہو، ان کی آنکھیں ''دارالابصار'' کے لیے اخذ کی جا سکتی ہیں، گویا مفتی اعظم آنکھوں کی پیوند کاری کے جواز کے قائل ہیں۔ (۱)

(۶) رابطہ عالمِ اسلامی فقہی کونسل کا فیصلہ

رابطہ عالمِ اسلامی کے امریکہ کے دفتر نے رابطہ کی اسلامی فقہی کونسل سے جو ''**مجلس المجمع الفقهي الاسلامي**'' کے نام سے موسوم ہے، انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی شرعی حیثیت کے بارہ میں استفسار کیا تو اسلامی فقہی کونسل نے اپنے آٹھویں اجلاس میں جو رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں ۱۹ سے ۲۸ جنوری ۱۹۸۵ء تک جاری رہا۔ اس مسئلے پر غور کیا اور کونسل کے فاضل اراکین نے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے اور غور وفکر کرنے کے بعد درج ذیل رائے کا اظہار فرمایا:

اولاً: زندہ انسان کے کسی عضو کی دوسرے مضطر انسان کے ساتھ پیوند کاری جبکہ اس مضطر انسان کی زندگی بچانا اس کے اساسی اعضاء میں سے کسی معطل عضو کی کارکردگی

(۱) [مفتیٔ اعظم مصر کے فتویٰ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے :سہ ماہی "مجلة البحوث الاسلامیه "الریاض ،ایضا]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحال کرنا مقصود ہو تو یہ جائز ہے اور یہ تکریمِ آدمیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس میں اس انسان کے لیے بہت بڑی مصلحت اور بے پناہ اعانت ہے، جس کو کوئی عضو عطیہ دیا جا رہا ہو، یہ شرعی طور پر جائز اور قابلِ ستائش عمل ہے جبکہ اس میں حسبِ ذیل شرائط موجود ہوں:

۱۔ عطیہ دینے سے، عطیہ دینے والے کی زندگی کو نقصان پہنچنے کا کوئی خدشہ نہ ہو کیونکہ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ ضرر کا اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ ضرر کے ساتھ ازالہ جائز ہے اور پھر اس صورت میں خدشہ ہوگا اور از خود موت کو دعوت دینا شرعی طور پر جائز نہیں۔

۲۔ عطیہ دینے والا کسی جبر و اکراہ کے بغیر، رضا و رغبت سے عطیہ دے رہا ہو۔

۳۔ عضو کی پیوند کاری ہی مجبور و مضطر مریض کے علاج کے لیے واحد ممکن طبی ذریعہ و وسیلہ ہو۔

۴۔ عضو کے اخذ کرنے اور پیوند کاری کا عمل مکمل طور پر یا اکثر و بیشتر کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہو۔

ثانیا: جب مذکورہ شرائط کے ساتھ یہ عمل جائز ہے، تو درج ذیل صورتوں میں بالاولیٰ جائز ہوگا:

۱۔ مردہ انسان کے کسی عضو کی کسی زندہ مضطر انسان کی زندگی بچانے کے لیے پیوند کاری بشرطیکہ جس انسان کا عضو لیا جا رہا ہو، وہ مکلف ہو، اور اس نے اپنی زندگی میں اس کی اجازت دے دی ہو۔

۲: کسی ماکول اللحم جانور کے عضو کی پیوند کاری یا بوقتِ ضرورت مجبور و مضطر انسان کے لیے غیر ماکول اللحم جانور کے عضو کی پیوند کاری۔

۳: بوقتِ ضرورت انسان کے اپنے ہی کسی عضو کی اپنے جسم میں پیوند کاری۔

۴: کسی بیماری کے علاج کے لیے انسان کے جسم میں کسی معدنی ٹکڑے یا کسی دوسرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواد کو رکھنا۔

ان چاروں صورتوں کو مذکورہ شرائط کے ساتھ فقہی کونسل نے شرعی طور پر جائز قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ اسلامی فقہی کونسل کے اس اجلاس میں کونسل کے چیئرمین، عالم اسلام کی ایک نہایت ممتاز علمی شخصیت جناب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ تعالیٰ مفتیٔ اعظم سعودی عرب اور وائس چیئرمین ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف کے علاوہ ڈاکٹری وسرجری کے ماہر چھ ڈاکٹروں اور کونسل کے بارہ ارکان علماء کرام نے شرکت فرمائی تھی اور ان میں سے صرف ایک رکن نے میت کے اعضاء کی پیوند کاری کو ناجائز قرار اور باقی نے جائز قرار دیا تھا۔[1]

(۷) مجلس هيئة كبار العلماء، سعودی عرب کی تحقیقی رپورٹ

اسی طرح سعودی عرب کے علماء کرام کی ایک اور اہم تنظیم مجلس ھیئۃ کبار العلماء نے بھی اپنے نویں اجلاس میں جو شعبان ۱۳۹۶ھ میں طائف میں منعقد ہوا، پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت پر غور کرتے ہوئے اعضاء کی پیوند کاری کی شرعی حیثیت کا بھی جائزہ لیا اور ان جدید مسائل پر خوب دادِ تحقیق دی ہے۔ اس میں سب سے پہلے:

۱۔ کتاب وسنت کی روشنی میں مسلمان کی عزت، عصمت اور حرمت کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ ائمہ سلف کے ارشادات کی روشنی میں ان مستثنیٰ حالات کا ذکر کیا ہے، جن میں ضرورت کے پیشِ نظر خونِ مسلم بھی مباح ہو جاتا ہے، زندگی وموت میں پیٹ چاک کرنا جائز اور زندگی وموت ہر دو صورتوں میں کسی عضو کو قطع کرنا جائز ہوتا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں پانچ مسائل، بطورِ مثال، ائمہ وفقہاء کرام کے اقوال ودلائل کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔

---

(۱) [تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: "قرارات مجلس الفقهي الاسلامي لرابطة العالم الاسلامي" (ربیع الآخر ۱۴۰۵ ھجری، بمطابق ۱۹ جنوری ۱۹۸۵ء)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ علامہ سید محمد رشید رضا، فضیلۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف، فضیلۃ الشیخ یوسف دجوی، فضیلۃ الشیخ ناصر سعدی اور مفتی اعظم مصر کے فتاویٰ نقل کر کے بوقت ضرورت اعضاء کی پیوند کاری کو جائز ثابت کیا گیا ہے۔

سعودی عرب کی مجلس ''مجلس هيئة كبار العلماء'' کی یہ تحقیقی کاوش اس قابل ہے کہ ہمارے تمام اہلِ علم اس کا مطالعہ فرمائیں، ان شاء اللہ اس کے مطالعہ سے بصیرت حاصل ہوگی۔ چوالیس صفحات پر مشتمل یہ تحقیقی رپورٹ ''رئاسة ادارات البحوث العلمية دارالافتاء والدعوة والارشاد'' الریاض کے سہ ماہی ''مجلة البحوث العلمية'' (ج ۱ ص ۴، بابت ماہ محرم، صفر، ربیع الاول ۱۳۹۸ھ) میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔

(۸) انٹرنیشنل اسلامک کانفرنس کا فیصلہ:

انٹرنیشنل اسلامک کانفرنس نے جس میں دنیا بھر سے زائد از یک صد نمائندگان شریک تھے، اتفاق رائے سے یہ فیصلہ دیا کہ انسانی اعضاء مثلاً قرنیہ، قلب، گردہ اور دوسرے اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے۔[1]

(۱) ملاحظہ فرمائیے: روزنامہ ''ڈان'' (کراچی ۲۳ اپریل ۱۹۴۹ء)
واضح رہے کہ گزشتہ صفحات میں جو فتاویٰ نقل کئے گئے ہیں، وہ ایک اہلحدیث عالم جناب محمد خالد سیف صاحب کے ایک مضمون بعنوان ''انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور انتقال خون'' (مطبوعہ سہ ماہی 'منہاج' لاہور (جلد ۸، عدد ۲، اپریل ۱۹۹۰ء) سے ماخوذ ہیں۔ اس نے انہیں بالترتیب ذکر کر دیا گیا ہے جبکہ بعض اور فتاویٰ آئندہ صفحات میں الگ سے درج کئے جا رہے ہیں۔ مصنف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹) سعودی عرب کے دیگر علماء کا فتویٰ

سعودی عرب میں سرکاری سطح پر علمی مباحث اور افتا کے لیے اکابر علماء کی ایک مستقل کمیٹی قائم ہے جس کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن باز ہیں۔ اس کمیٹی کی تحقیقات اور فتاویٰ کی اشاعت کے لیے ہر تین/ چار ماہ کے بعد ایک مجلہ شائع ہوتا ہے جس کا نام ہے ''مجلة البحوث الاسلامية'' اس کمیٹی نے آنکھوں کے قرنیہ کی پیوند کاری کے بارے میں علمی تحقیق اور آنکھوں کے ڈاکٹروں کی رائے معلوم کرنے کے بعد اتفاق رائے سے تو نہیں مگر کثرت رائے سے درج ذیل فتویٰ دیا تھا جو ۲۵ شوال ۱۳۹۸ھ کو ایک قرارداد کی صورت میں جاری ہوا تھا:

''بحث وتحقیق اور نقطہ ہائے نظر کے تبادلے کے بعد کمیٹی نے کثرت رائے سے یہ رائے قائم کی ہے کہ موت کا یقین ہو جانے کے بعد میت کی آنکھ کا قرنیہ لے کر کسی مسلمان کی آنکھ میں لگانا جائز ہے بشرطیکہ وہ مضطر ہو اور متبادل علاج موجود نہ ہو، اس عمل کی کامیابی کا غالب گمان اور قوی امید ہو اور میت کے وارثوں نے اس کی اجازت دی ہو۔ یہ رائے ان قواعد پر مبنی ہے کہ ''اعلیٰ مصلحت کو ادنیٰ مصلحت پر ترجیح دینی چاہیے'' ''بڑے ضرر کو اختیار کر لینا چاہیے'' اور ''زندہ شخص کی مصلحت کو میت کی مصلحت پر ترجیح دینی چاہیے۔'' اس لیے کہ اس عمل سے میت کو نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ وہ تو مر گیا ہے اور زندہ شخص کی بینائی بحال ہو جانے کی امید کی جا سکتی ہے جس کی بحالی سے وہ خود بھی نفع اٹھائے گا اور امت مسلمہ بھی اس کی بینائی سے نفع اٹھائے گی۔ اس عمل میں میت کا دکھائی دینے والا مثلہ بھی نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کی آنکھیں اچھی طرح بند کر دی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر طبی تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ مریض کی آنکھ کا نکالنا ضروری ہے اور اس کا اپنی جگہ پر برقرار رہنا خطرناک ہے تو اس صورت میں نکالی گئی آنکھ کا قرنیہ نکال کر دوسرے مسلمان کی آنکھ میں لگانا بھی جائز ہے، اس لیے کہ اس آنکھ کو نکالنا مریض کی صحت کے تحفظ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے ضروری ہے اور اس کا قرنیہ لے کر دوسرے مسلمان کی آنکھ میں لگانے سے اس کو کوئی نقصان نہیں ہوتا اور دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے اس لیے شریعت اور انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس عمل کی اجازت دے دی جائے۔''(۱)

(۱۰) الجزائر کے علماء کا فتویٰ

سعودی عرب کے علمی تحقیقات اور دعوت وارشاد کے اداروں کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن باز نے عالمِ اسلام کے مختلف علمی مراکز کو خطوط لکھے تھے جن میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے بارے میں ان کی رائے طلب کی گئی تھی۔ الجزائر کی تعلیم اور مذہبی امور کی وزارت نے اپنے ملک کی کمیٹی برائے افتا کی جو رائے ارسال کی تھی اس کا خلاصہ یہ ہے:

''مسلمان ڈاکٹروں نے کمیٹی کے استفسار پر بتایا ہے کہ کسی صحت مند شخص کا گردہ نکال کر اگر کسی دوسرے مریض کو لگایا جائے جس کے گردوں نے کام چھوڑ دیا ہو اور اس کی زندگی شدید خطرے میں ہو تو اس کی زندگی بچ سکتی ہے اور گردے کا عطیہ دینے والا ایک گردے سے کافی مدت تک زندہ رہ سکتا ہے اور معمول کی زندگی گزار سکتا ہے۔ اسی طرح دل اور آنکھ اگر میت کے جسم سے فوری نکال کر مریض کو لگا دیئے جائیں تو صحت یاب ہونے کی قوی امید ہوتی ہے بشرطیکہ دل اور آنکھ کا قرنیہ امراض سے محفوظ ہو۔ ڈاکٹروں نے یہ بھی کہا ہے کہ پیوند کاری کے یہ عملیات اگر ڈاکٹری اصولوں کے مطابق کیے جائیں تو کامیاب ہو جاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں مریضوں کو ان عملیات سے فائدہ پہنچتا ہے۔ کمیٹی نے اطباء کا بیان سننے اور علماء کے ساتھ بحث مباحثے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ زندہ انسان سے خون لے کر مریض کو دینے یا کوئی عضو (مثلاً گردہ) نکال کر مریض کو لگانے کے لیے ایک شرط تو یہ ہے کہ اس سے اس کی موت کا خطرہ بھی نہ ہو اور ضرر پہنچنے کا

(۱) [دیکھئے: "مجلة البحوث الاسلامية" (عدد ١٤، صفحة ٦٧، بابت ماه صفر ١٤٠٦ھ) بحوالہ تفہیم المسائل، از مولانا گوہر رحمان، جلد ۳، صفحہ ۱۸۳]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی اندیشہ بھی نہ ہو۔ اگر عطیہ دینے والے کی موت کا یا ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو تو پھر یہ عمل جائز نہیں ہے اگرچہ وہ راضی ہو۔ اس لیے کہ یہ خودکشی ہے یا اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے اور میت کا عضو لے کر پیوند کاری کرنا اسی وقت جائز ہے کہ ڈاکٹروں کو پورا یقین ہو جائے کہ موت واقع ہو گئی ہے اور جسم میں زندگی کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ اگر معمولی سا شک بھی ہو کہ مریض ابھی زندہ ہے تو اس کا کوئی عضو کاٹنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ ایسی صورت حال میں جسم کو چاک کرنا قتل عمد کے مترادف ہے۔"(۱)

(۱۱) ملیشیا کی بین الاقوامی کانفرنس کا فیصلہ

شیخ عبداللہ کنون نے شیخ عبدالعزیز بن باز کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ اپریل ۱۹۶۹ء میں ملیشیا میں ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوئی تھی جس نے اعضاء کی پیوند کاری کے مسئلے پر بحث کرنے کے لیے میری صدارت میں ایک کمیٹی بنائی تھی اس کمیٹی نے ملیشیا کے علماء اور مختلف فتاویٰ اور آراء کی روشنی میں بحث ومباحثہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ اعضاء کی پیوند کاری کا عمل جائز تو ہے مگر اس کے لیے شرائط ہیں جن کے بغیر جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ مریض اضطراری حالت میں ہو اور اس کی زندگی بظاہر اس عمل سے بچ سکتی ہو اور کوئی دوسرا متبادل علاج موجود نہ ہو۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس کے جسم سے دل یا دوسرا ایسا عضو لیا جا رہا ہو جس کے بغیر وہ طبی اصول کے مطابق زندہ نہ رہ سکتا ہو تو اس صورت میں ضروری ہے کہ مریض کی موت کا یقین حاصل کر لیا جائے۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس بات کا یقین اور احتیاطی تدابیر کا علم حاصل کر لیا جائے کہ

---

(۱) [دیکھئے: "مجلة البحوث الاسلامية" ریاض، (عدد ۲۲، صفحة ۴۴، ۵۰، بابت ماہ شوال، ۱۴۰۸) بحوالہ تفہیم المسائل، ایضاً، صفحہ (۱۸۴)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعضاء کی پیوند کاری کا یہ عمل انسانوں کے قتل یا انسانی اعضاء کی تجارت اور کاروبار کا ذریعہ نہیں بنے گا۔

۴۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ میت کے وارثوں کی رضامندی حاصل کر لی گئی ہو یا مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ میرے جسم کا فلاں عضو لے لیا جائے۔

مشہور محقق ڈاکٹر عبدالکریم زیدان کی تحقیق بھی یہی ہے کہ مریض کے علاج کے طور پر انسانی اعضاء کی ترقیع جائز ہے بشرطیکہ اضطرار کی حالت ہو اور متبادل میسر نہ ہو اور غالب گمان یہ ہو کہ اس پیوند کاری سے مریض شفایاب ہو جائے گا۔ (۱)

(۱۲) کویت کے علماء کا فتویٰ:

کویت کی مجلس افتا نے اعضا کی پیوند کاری کے حوالے سے جو فتویٰ دیا وہ درج ذیل ہے:

''پیوند کاری کے لیے مردہ شخص کے جسم سے اعضا حاصل کیے جا سکتے ہیں خواہ اس مردہ نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، کیونکہ کسی شخص کی زندگی بچانے کے لیے ایک ممنوع کام بھی جائز ہو جاتا ہے..... تاہم اگر کسی زندہ شخص سے عضو لیا جا رہا ہے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ وہ عضو ایسا تو نہیں جسے دینے والا خود موت کا شکار ہو سکتا ہے مثلاً دل یا گردے وغیرہ۔ اگر ایسا ہے تو پھر اس شخص کا اپنا کوئی عضو دینا مطلق طور پر حرام ہے خواہ وہ اپنی رضامندی سے ایسا کرے یا اس کی مرضی کے بغیر ایسا کیا جا رہا ہو۔ کیونکہ اگر تو اس کی اجازت کے ساتھ ایسا کیا جا رہا ہو تو پھر یہ خودکشی کے مترادف ہے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر ایسا کیا جا رہا ہے تو پھر یہ ناحق قتل کے زمرے میں آتا ہے اور یہ دونوں صورتیں ہی حرام ہیں اور اگر وہ عضو ایسا ہو کہ اسے نکلوا دینے کے بعد بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس عضو کے عطیہ دینے سے اس کا کوئی فرض اور ذمہ داری تو متاثر نہیں

(۱) [ایضاً: بحوالہ تفہیم المسائل، واضح رہے کہ گزشتہ تینوں فتوے مولانا گوہر رحمانؒ کی کتاب 'تفہیم المسائل' سے ماخوذ ہیں۔ (مصنف)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو رہی یا جسے عضو دیا جا رہا ہے وہ اس عضو کے ذریعے کوئی حرام اور ناجائز کام تو نہیں کرے گا۔ اگر ایسا خدشہ ہو تو پھر اعضا کا عطیہ دینا حرام ہے خواہ عطیہ دینے والے کی مرضی شامل حال ہو یا نہ ہو۔

یاد رہے کہ اس سلسلہ میں ہاتھوں اور پاؤں کی مثال بھی دی جا سکتی ہے کیونکہ ان اعضا کے عطیہ کرنے کی صورت میں آدمی اپنے کسب معاش سے منقطع ہو جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ پھر وہ کسی نامناسب راہ (مثلاً گداگری وغیرہ) کو اختیار کر لے۔ اور اگر عطیہ دینے میں یہ صورتیں پیدا نہ ہوں مثلاً جس طرح ایک گردہ یا ایک آنکھ یا ایک آدھ دانت یا خون وغیرہ کا عطیہ دینے کی صورت میں ایسا نہیں ہوتا تو پھر عطیہ دینے والے کی اجازت سے اس کے اعضاء دوسرے شخص کو منتقل کیے جا سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی پیوند کاری سے دوسرے شخص کو فائدہ ہونے کا قوی گمان ہو لیکن کسی شخص کی اجازت کے بغیر اس کا کوئی عضو نکالنا حرام ہے اور اگر کوئی نکال لے تو پھر قصاص یا دیت کے احکام لاگو ہوں گے جن کی تفصیل کتب فقہ میں 'جرائم و دیت' کے ضمن میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

کسی انسان کی جان بچانے یا اس کی شفایابی کے لیے کسی بھی جانور کے اعضا و اجزاء سے استفادہ کیا جا سکتا ہے خواہ وہ جانور خنزیر ہی کیوں نہ ہو.... زندہ لوگوں کو بصارت زائل ہو جانے کی وجہ سے جو تکلیف لاحق ہوتی ہے اس کے ازالہ کے لیے کسی مردہ شخص کی آنکھوں کا قرنیہ استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ اس اعلیٰ مقصد کے لیے کیا جا رہا ہے جسے شریعت نے تسلیم کیا ہے بلکہ اس کی رغبت بھی دلائی ہے۔ کیونکہ جب یہ بات ثابت ہے کہ شریعت امراض کے علاج معالجہ کی رغبت دلاتی ہے تو پھر اس سے خود بخود یہ بات لازم آتی ہے کہ اس مقصد کے لیے ہر ممکنہ وسائل اختیار کیے جائیں خواہ وہ وسائل بنیادی طور پر ممنوع ہی کیوں نہ ہو مگر از راہ ضرورت ان کا استعمال جائز ہو جاتا ہے بالخصوص اس وقت جب اس مرض کے علاج کے لیے اس ممنوع چیز کے علاوہ اور کوئی چیز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستیاب نہ ہو۔اسی بنیاد پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کسی مشرک شخص کی وفات کے بعد اس کی آنکھوں کے قرنیہ بھی زندہ مسلمان کی آنکھ کے لیے بروئے کار لائے جاسکتے ہیں۔اسی طرح فوت شدہ مسلمان کی آنکھوں کے قرنیہ زندہ مسلمان کی بینائی واپس لانے اور اسے عدم بصارت کی وجہ سے لاحق ہونے والی شدید مشقت سے نجات دلانے کی خاطر استعمال کرنا بالکل جائز ہے۔اسی طرح علاج کی غرض سے ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کیا جاسکتا ہے اگرچہ یہ خون (دم مسفوح) حرام ہے مگر از راہِ مجبوری ایسا کرنا جائز ہو جاتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وقد فصل لکم ماحرم علیکم الاما اضطررتم الیه﴾ (الانعام:۱۱۹)

''اللہ تعالیٰ نے ان تمام جانوروں کی تمہیں تفصیل بتادی ہے جن کو تم پر حرام کیا گیا ہے،مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہیں''

لہٰذا بوقت ضرورت کسی مسلمان یا غیر مسلم سے خون لینا یا انہیں خون دینا جائز ہے۔ (۱)

(۱۳) ادارہ تحقیقات اسلامی ،اسلام آباد (پاکستان)

ادارہ تحقیقات اسلامی ،اسلام آباد کی طرف سے اعضا کی پیوند کاری کے موضوع پر جون ۱۹۹۵ء کو ایک ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جس میں علمائے کرام کے علاوہ ڈاکٹر حضرات نے بھی شرکت کی۔یہ ورکشاپ مذکورہ مسائل میں اگرچہ حتمی رائے قائم نہیں کر پائی تاہم اس میں جو رجحانات ظاہر کئے گئے ،وہ اس قابل ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے۔ورکشاپ میں اٹھائے جانے والے سوالات اور ان کے جوابات درج ذیل ہیں:

---

(۱) [مجموعة الفتاوی الشرعیة (ج۲ ص ۲۹۵ تا ۲۹۷)]
واضح رہے کہ معروف مصری عالم ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے بھی مذکورہ مسئلہ میں وہی رائے اختیار کی ہے جس کا اظہار مذکورہ بالا فتوی میں کیا گیا ہے۔دیکھئے: روزنامہ 'العرب' (۱۸ فروری ۱۹۸۹ء) بحوالہ سہ ماہی 'تحقیقات' علی گڑھ،انڈیا (جولائی،ستمبر ۱۹۸۹ء،جلد ۸ شمارہ ۳،ص ۱۱۰ تا ۱۱۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ کیا جمادات یا جانور کا کوئی عضو انسانوں کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے ؟ کیا ان جانوروں میں سور بھی شامل ہے؟!

۲۔ کیا کوئی مسلم اس امر کی اجازت دے سکتا ہے کہ اس کی زندگی میں اس کا کوئی عضو اس کا بچہ یا بھائی یا زوجین میں سے کوئی ایک استعمال کرے جس سے اس کی زندگی بچ سکتی ہو؟

۳۔ کیا کوئی مسلمان ایسی وصیت کر سکتا ہے کہ اس کی موت کے بعد اس کا کوئی عضو کوئی مریض استعمال کر سکے ؟اگر وصیت نہ کرے تو کیا ورثا کی اجازت سے ایسا کیا جاسکتا ہے؟

۴۔ کیا غیر مسلموں کے اعضاء اور خون ایک مسلم اور مسلم کے اعضاء اور خون ایک غیر مسلم کو دیئے جاسکتے ہیں؟

شرکائے ورکشاپ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مصنوعی اعضاء ،یعنی جمادات ونباتات سے بنے ہوئے اعضاء سے پیوند کاری جائز ہے ۔البتہ اگر ان میں سے کسی شے کا استعمال ممنوع ہو تو کیا اس سے پیوند کاری جائز ہوگی یا نہیں ،مثلاً سونے کی ناک، یا سونے کا دانت لگانا؟

اکثریت کی رائے یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے اور اس جواز کا استدلال حدیث عرفجہؓ سے کیا گیا ہے ۔تاہم اس حدیث کے بارے میں یہ اشکال وارد کیا گیا ہے کہ درایۃً یہ حدیث صحیح معلوم نہیں ہوتی ۔اس لیے کہ اس حدیث میں ہے کہ عرفجہؓ نے پہلے چاندی کی ناک لگوائی ،اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے عرفجہؓ کو سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا۔طبی نقطۂ نظر سے چاندی کی ناک لگوانے سے بدبو نہیں پیدا ہوتی ،بدبو اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ جسم کے متاثرہ حصہ میں پیپ وغیرہ پیدا ہوگئی ہو ،اور سونے کی ناک لگوانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس اشکال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ چاندی کی ناک لگانے سے بدبو پیدا ہوسکتی ہے ،جبکہ سونے کی ناک لگانے سے اس کا خدشہ نہیں کیونکہ دوسری دھاتوں کے برعکس سونا کیمیائی اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض فقہاء کے نزدیک حلال حیوانات کے اجزاء سے پیوند کاری بھی ممنوع نہیں۔کیا حرام جانوروں کے اجزاء سے پیوند کاری جائز ہے؟اس سوال کا مستقل طور پر کوئی جواب نہ دیا گیا ،البتہ مفتی ازہر شیخ جادالحق کے فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر کسی نے کتے کی ہڈی اپنی ٹوٹی ہوئی ہڈی کے ساتھ پیوست کرلی تو اس کی نماز ،اس ہڈی سمیت ہو جائے گی ۔بہرحال اس مسئلہ پر بالتفصیل غور کرنے کی ضرورت ہے۔ضمنا کہا گیا کہ خنزیر کے اعضاء اور انسانی اعضاء میں قریبی مماثلت ہے تاہم کسی نے خنزیر کے اجزاء سے انتفاع کی رائے جواز یا عدمِ جواز کی نہیں دی۔

شرکائے ورکشاپ کے نزدیک اخلاقی ،قانونی اور فقہی طور پر اپنے ہی جسم کے کسی عضو یا حصہ سے پیوند کاری میں کوئی اشکال نہیں ۔اہم مسئلہ یہ تھا کہ کیا ایک انسان کے عضو کو دوسرے زندہ انسان کے جسم میں منتقل کرنا جائز ہے؟

شرکائے ورکشاپ میں سے ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ ایسا کرنے کا کوئی جواز نہیں اس لیے کہ اس سے اس شخص کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے جس کے جسم سے مطلوبہ عضو لیا گیا۔ایک انسان کا عضو یا زندگی بچانے کے لیے دوسرے انسان کے عضو یا زندگی کو خطرہ میں نہیں ڈالا جاسکتا۔نیز یہ کہ جسم کا ہر جزو انسان کے پاس اللہ کی امانت ہے اور وہ اس امانت میں ایسا تصرف نہیں کرسکتا جس کی اسے صراحۃً اجازت نہ ہو۔مزید یہ کہ بعض فقہاء نے انسانی جسم کے اجزاء سے انتفاع کو ناجائز کہا ہے۔اس کی وضاحت میں ایک دلچسپ دلیل یہ دی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت پر لعنت کی ہے جو دوسری عورتوں کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ جوڑے ۔اس گروہ کی رائے یہ ہے کہ نہ صرف زندہ انسان کے اجزائے جسم سے انتفاع جائز نہیں بلکہ مردہ انسان کے اجزائے جسم سے بھی انتفاع جائز نہیں ۔اس لیے کہ انسان کی میت بھی محترم ہے ،اور ایک حدیث کی رو سے اگر مردہ انسان کا کوئی جزو کاٹا جائے تو اسے بھی ایسی ہی اذیت ہوتی ہے جیسی کہ زندہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کو۔ نیز یہ کہ ایک انسان کے اجزاء دوسرے کو منتقل کرنے کی اجازت دینے سے بعض مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے، لاوارث لاشوں سے اعضاء حاصل کیے جائیں گے جو کہ سنگ دلی ہے، بعض غریب لوگ اپنی معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے اعضاء کو بیچیں گے اور یہ اس سے ملتی جلتی صورت حال ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو بیچ دے۔ البتہ اس رائے کے حامل شرکاء اس بات پر مزید غور کے لیے تیار ہیں کہ آیا کسی مریض کی جان بچانے کے لیے دوسرا کوئی شخص اس کو اپنا عضو دے تو اس کو حالت اضطرار قرار دیتے ہوئے جائز کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟

اکثر شرکائے ورکشاپ کی رائے یہ ہے کہ کسی مریض کی جان بچانے کے لیے کسی دوسرے زندہ انسان کا کوئی عضو اس کی رضامندی سے بطور عطیہ اور کسی ایسے شخص کا عضو بھی لینا جائز ہے جس کے دماغ (Brain stem) کی موت واقع ہوچکی ہو، اور جس نے اپنی زندگی میں اس طرح کی وصیت کی ہو یا اس کے شرعی ورثاء اس بات پر رضامند ہوں؟

اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ کسی انسان کی جان بچانا واجب ہے، بالخصوص اس صورت میں جب کہ جان بچانے والے یعنی منتقل منہ کو اس سے کوئی بڑا نقصان لاحق نہ ہوتا ہو۔ پھر یہ کہ ایک انسان اپنی جان کا مالک ہے، اور وہ اپنے اعضائے جسم کو، اپنے آپ کوئی بڑا نقصان پہنچائے بغیر، کار خیر کے لیے، یعنی کسی دوسرے مریض کی شفایابی کے لیے بطور عطیہ دے سکتا ہے اور ایسی وصیت بھی کرسکتا ہے اور اگر اس کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس کی موت کے بعد اس کے جسم سے کوئی عضو اخذ کیا جائے تو یہ اس کی میت کی توہین نہیں، بلکہ مرنے سے پہلے اس نے جو خواہش کی تھی اس کی تکمیل ہے۔

ورکشاپ میں زیادہ تر گردہ کے عطیہ وانتقال پر میڈیکل سائنس کی روشنی ڈالی گئی اور بتایا گیا کہ گردہ کے ناکارہ ہوجانے کے دو ہی علاج ممکن ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔گردے کی صفائی (ڈایالی سس) ۲۔گردی کی پیوند کاری

دوسرا طریقہ علاج کم تکلیف دہ ہے،اس پر اخراجات بھی کم آتے ہیں اور یہ زیادہ مؤثر بھی ہے۔اس ضمن میں ایک رائے یہ بھی پیش کی گئی کہ اگر کسی کا کوئی عزیز خرابیٔ گردہ کی وجہ سے مر رہا ہو اور وہ اسے گردہ کا عطیہ دے کر اس کی جان نہ بچائے تو وہ اپنے عزیز کا قاتل سمجھا جائے گا۔اس رائے پر مزید غور کرنے کی ضرورت ہے۔

میڈیکل ماہرین نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے ملک میں ڈایالی سس کی سہولتیں وافر مقدار میں دستیاب نہیں اور گردہ کے مریضوں کی ایک معتد بہ تعداد موجود ہے،اگر ان کا بروقت علاج نہ کیا گیا تو خدشہ ہے کہ ان کی موت واقع ہو جائے اور بروقت علاج گردہ کی پیوندکاری ہی ہے۔لہذا اس کی اجازت واباحت میں تردد نہ کیا جائے۔

قرنیہ کی پیوند کاری کی ضرورت اور فائدے پر بھی بھرپور روشنی ڈالی گئی اور اس کے جواز کے دلائل دیئے گئے۔اس طرف بھی توجہ دلائی گئی کہ بدھ مذہب کے پیروکار اور مسیحی قرنیہ کے عطیہ میں گوئے سبقت لے گئے ہیں،لہٰذا مسلمانوں کو بھی اس کار خیر کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

اس رائے کے حامل بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ دیت اور ارش کے ضمن میں بعض فقہائے متقدمین نے جو آراء دی ہیں ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ایک شخص اپنے جسم کا کوئی عضو کسی دوسرے کو دے کر اس کا مادی معاوضہ بھی لے سکتا ہے،اس لیے کہ دیت اور ارش قطع شدہ یا تلف شدہ عضو کا مالی معاوضہ ہی تو ہے اور اس مالی معاوضہ کو معاف کر دینے کو قرآن مجید نے صدقہ سے تعبیر کیا ہے۔''**فمن تصدق به فهو كفارة له**''نیز یہ کہ دیت کی وصولی یا معافی میں وصیت موثر ہے اور اس بات پر اتفاق کیا گیا ہے کہ وصیت مال یا منافع میں جاری ہوتی ہے۔لہٰذا دیت عضو کا مالی معاوضہ ہی تو ہے۔تاہم اعضاء کی خرید وفروخت کو،بالاتفاق،ایک غیر مستحسن فعل قرار دیا گیا۔مزید یہ کہ اس میں خدشہ ہے کہ انسانی اعضاء کی منڈیاں لگنی شروع ہو جائیں گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی رائے کے حامل بعض حضرات نے یہ بھی رائے دی ہے کہ چونکہ بعض فقہاء کے نزدیک ایک مضطر کے لیے ایک غیر معصوم الدم، یعنی جسے سزائے موت سنائی جا چکی ہو، کا گوشت کھانا جائز ہے، لہٰذا اس کے اعضاء کو کسی شدید مرض میں مبتلا مریض کے علاج کے لیے اخذ کرنا بھی جائز ہے۔ اس رائے کے حاملین میں سے بعض کے نزدیک، اگر حکومت اس کی اجازت دے تو لاوارث لاش کے اعضاء اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ لاوارث کی وارث حکومت ہے، پس اگر حکومت اجازت دے کہ لاوارث کی لاش سے کوئی عضو کسی مریض میں منتقلی کی غرض سے اخذ کر لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ایک اور دلیل جس پر خاص توجہ دینی چاہیے، یہ ہے کہ فقہاء کے نزدیک مردہ ماں کا پیٹ چاک کر کے اس میں سے زندہ بچہ نکالنا جائز ہے، ورنہ وہ بچہ مر جائے گا، لہٰذا انسان کی زندگی بچانے کے لیے مردہ آدمی کی لاش کو چیرا پھاڑا جا سکتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ دلیل کوئی زیادہ وزنی نہیں اس لیے کہ اس صورت میں مردہ کی لاش سے کوئی عضو اخذ نہیں کیا جا رہا، دوسرے یہ کہ بچہ اور ماں کا جو آپس میں تعلق ہے وہ ایک مریض کا ایک میت کے ساتھ نہیں، زندہ بچہ مردہ ماں کا جزء ہے جسے اس صورت میں الگ کیا جا رہا ہے۔

ورکشاپ میں ایک انسان کے عضو کی دوسرے انسان کو منتقلی کے جواز یا عدم جواز پر اتفاق نہیں ہو سکا او اس مسئلہ پر مزید غور وفکر اور تبادلہ خیالات کی ضرورت محسوس کی گئی اور جو چیز اس اختلاف رائے کو ختم کرے گی وہ اضطرار کی تعریف ہے۔ یعنی یہ کہ شرعا اضطرار سے کیا مراد ہے؟ اضطرار میں کیا جائز اور کیا ناجائز ہے؟ اور زیر بحث مسئلہ میں مضطر کون ہے؟ کیا صرف مبتلا بہ یعنی مریض مضطر ہے یا اس کے لواحقین اور معاشرہ بھی مضطر کی تعریف میں شامل ہیں؟ اگر صرف مبتلا بہ مضطر ہے تو کیا ڈاکٹر اور مریض کے لواحقین پر واجب ہے کہ وہ مبتلا بہ کو اضطرار سے نکالنے کے لیے کوئی ایسا کام کریں جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام حالات میں جائز نہیں؟ یا یہ کہ خطرہ سے دوچار مریض یعنی مبتلا بہ، معاشرہ کا ایک اہم فرد ہے اور اس کی ہلاکت سے پورے معاشرے کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے اور یوں پورا معاشرہ اضطرار کی حالت میں مبتلا ہے اور اسے اس اضطرار سے نکلنے کے لیے وہ کچھ کرنا پڑے گا جو عام حالات میں جائز نہیں۔ (۱)

حنفی علماء کی آراء

(۱/۱۴) مولانا گوہر رحمٰن صاحبؒ کا فتویٰ

مولانا گوہر رحمٰن صاحبؒ اعضا کی پیوند کاری کو پہلے ناجائز ہی قرار دیتے رہے ہیں جیسا کہ ان کی تفہیم المسائل کی پہلی جلد میں مذکور فتویٰ سے واضح ہوتا ہے لیکن بعد میں انہوں نے اپنی اس رائے سے رجوع کرتے ہوئے بعض شرائط کے ساتھ اس کی اجازت کا فتویٰ دے دیا جو مذکورہ کتاب ہی کی تیسری جلد صفحہ ۱۵۶ تا ۱۸۹ تک پھیلا ہوا ہے، اس تفصیلی فتوے کا خلاصہ بھی موصوف نے آخر میں درج کر دیا ہے جو حسب ذیل ہے:

۱۔ اصولاً تو انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور ان کا استعمال وابتذال ممنوع ہے اور یہ ممانعت احادیث رسول سے ثابت ہے۔

۲۔ لیکن 'الضرورات تبیح المحظورات' 'اختیار اھون البلیتین' اور 'ترجیح اقوی المصلحتین'' کے شرعی قواعد کے تحت اضطراری حالت میں بقدر ضرورت یہ عمل جائز ہے مگر اس کے لیے درج ذیل شرائط ہیں ان میں سے اگر ایک بھی پوری نہ کی گئی ہو تو پھر اعضاء کی منتقلی کی شرعاً اجازت نہیں دی جا سکتی:

(الف) مریض کی موت یا اس کے کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا شدید خطرہ۔

---

(۱) [دیکھئے: "طبی فقہی مسائل ورکشاپ" (۲۸ ۔ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء ص ۳۹ تا ۴۲) مرتب محمد خالد مسعود، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب) ماہرین کی رائے یہ ہو کہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری سے مریض کے شفایاب ہونے کی قوی امید ہے اور اس عمل کی کامیابی کا غالب گمان ہے۔

(ج) جس شخص کی لاش سے کوئی عضو لیا جارہا ہو اس کے بارے میں اچھی طرح یقین حاصل کرلیا گیا ہو کہ یہ مرگیا ہے اور اس کے جسم میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی۔

(د) اگر زندہ شخص کا عضو مثلاً گردہ لیا جارہا ہو تو اس صورت میں یہ یقین یا غالب گمان حاصل کرلیا گیا ہو کہ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے اور وہ اپنی خوشی سے یہ عطیہ دے رہا ہو۔

(ھ) میت کے شرعی وارثوں نے اس کا کوئی عضو لینے کی اجازت دے دی ہو اس لئے کہ وہ اس کی تدفین وتجہیز کے شرعاً ذمہ دار ہیں اور اگر میت لاوارث ہو تو علاقے کا مجاز قاضی اس کا وارث ہے جس کی اجازت پر عضو لیا جارہا ہے۔

(و) اس بات کا اطمینان حاصل کرلیا گیا ہو کہ اعضاء کی پیوندکاری کا یہ عمل انسانی اعضاء کے کاروبار کا ذریعہ ثابت نہیں ہوگا اور حکومتوں نے اس بارے میں قانون کے ذریعے تمام انسدادی اور احتیاطی تدابیر اختیار کرلی ہوں۔[1]

(۲/۱۵) خالد سیف اللہ رحمانیؒ کی رائے

انڈیا کے معروف عالم جناب خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اپنی کتاب ''جدید فقہی مسائل'' (صفحہ ۲۲۵ تا ۲۳۰ اور ۳۱۷ تا ۳۱۹) میں اس مسئلہ کے حوالے سے جو بحث کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ حنفی میں انسانی اعضا کی پیوندکاری کے جواز کی کوئی راہ نہیں تاہم دیگر فقہی مسالک میں اس حوالے سے توسع پایا جاتا ہے۔ اس لئے موصوف نے انسانی اعضا کی پیوندکاری کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کئے بغیر دیگر فقہا کی آراء کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے جواز کا میلان ظاہر کیا ہے۔

---

(۱) [تفہیم المسائل (جلد ۳/صفحہ ۱۸۸، ۱۸۹) از مولانا گوہر رحمان صاحبؒ]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل حدیث علماء کی آراء

(۱/۱۶) جناب محمد خالد سیف صاحب

اہلحدیث عالم جناب محمد خالد سیف صاحب جو اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی ہیں، نے اپنے ایک مضمون بعنوان ''انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور انتقال خون'' (مطبوعہ سہ ماہی 'منہاج' لاہور، جلد ۸، عدد ۲، اپریل ۱۹۹۰ء) میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کے بعد یہ رائے دی ہے کہ میت کے اعضا سے تو استفادہ کیا جاسکتا ہے مگر زندہ افراد کے اعضا سے استفادہ بعض مفاسد کی وجہ سے جائز نہیں۔

(۲/۱۷) مولانا محمود احمد میرپوریؒ

سوال: سٹوکٹن آن ٹیس (یورپ) سے ایم ایس لکھتے ہیں کہ

میں پورے دو سال سے بیمار ہوں، اس وقت کڈنی (Kidney) مشین پر دارومدار ہے، ایسے مریض کی زندگی کا کیا حال ہوتا ہے اور اسے کیا دشواریاں اور پریشانیاں پیش آتی ہیں ان کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اس کا آخری علاج جس سے مریض نجات پاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی تندرست یا فوت شدہ مسلم یا غیر مسلم کا گردہ آپریشن کے ذریعے نکال کر میرے جیسے مریض کے جسم میں ڈال دیا جائے۔ میرا بھی یہ آپریشن ہونے والا تھا کہ شریعت اسلامی کی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے آخری وقت میں کام روک دیا گیا۔ اس لئے امید کرتا ہوں کہ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں مجھے شریعت مطہرہ کے فیصلے سے مطلع کریں گے جو دل ودماغ کی الجھنیں دور کرے اور دوسروں کے اعتراضات کا مکمل جواب بن جائے؟

جواب: عام حالات میں تو اسلامی شریعت اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ دوسرے شخص کا خون یا کسی زندہ اور مردہ کے جسم کا کوئی عضو دوسرے انسان میں منتقل کیا جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ایسی مجبوری کی حالت میں جب جان خطرے میں ہو اور اس کے سوا کوئی علاج بھی نہ ہو تو پھر اضطراری حالت میں دوسرے کا عضو جوڑا بھی جا سکتا ہے اور خون بھی دیا جا سکتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے کہ:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [البقرہ۔۱۷۳]

''اللہ نے تمہارے لیے حرام قرار دے دیا مردار، خون، خنزیر کا گوشت، غیر اللہ کے نام کی نذر، پس جو کوئی مجبور ہو گیا نہ تو زیادتی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا، تو اس پر (ان کے کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔'' (البقرۃ۔۱۷۳)

اب یہاں جن اشیاء کو قطعی طور پر حرام ٹھہرایا گیا ان میں خون اور خنزیر کا گوشت بھی شامل ہے مگر استثنائی شکل موجود ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی مجبوری میں مبتلا ہو گیا ہو کہ ان چیزوں کے استعمال کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تو وہ (ان ممنوع چیزوں کو) اتنی مقدار میں استعمال کر سکتا ہے جس سے اس کی جان بچ جائے۔

آپ کے کڈنی آپریشن کی بھی یہی صورت حال ہے، زندگی خطرے میں ہے، یہی ایک راستہ ہے کہ کسی دوسرے کی کڈنی ٹرانسفر کی جائے۔ یہ اضطرار اور مجبوری کی حالت ہے۔ اس میں آپ کو اجازت ہے کہ کڈنی ٹرانسفر کا آپریشن کروالیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کے دین میں آسانیاں ہیں تنگیاں نہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یسروا ولا تعسروا، کہ آسانیاں پیدا کرو، مخلوق خدا کو تنگیوں میں مبتلا نہ کرو۔''(۱)

لغزشیں اللہ معاف کرنے والا ہے۔ اس لیے اس آیت میں جہاں مجبوری کی حالت

(۱) [بخاری: کتاب الآداب: باب قول النبی یسروا ولا تعسروا۔۔(۶۱۲۵) مسلم: کتاب الجهاد: باب فی الامر بالتیسر (۷۔۱۷۳۳)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت دی ہے وہاں آخر میں کہا کہ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ **ھذا ما عندی و اللہ اعلم بالصواب!**(۱)

(۱) [دیکھئے: فتاوی صراط مستقیم، از میر پوریؒ، (صفحہ ۵۴۳، ۵۴۴) مکتبہ قدوسیہ، لاہور]
اسی طرح انڈیا کی جماعت اہلحدیث کے آرگن ماہنامہ 'محدث' بنارس (مارچ ۱۹۹۱ء) میں ڈاکٹر فوزی فیض اللہ صاحب کا ایک مضمون شائع کیا گیا جس میں اعضا کی پیوند کاری کے جواز کی صورتوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل : ۷

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

موت کے بعد نعش کے ظاہری اور اندرونی معائنہ کو پوسٹمارٹم کہا جاتا ہے۔ پوسٹ مارٹم عام طور پر تین وجوہات کی بنا پر کیا جاتا ہے:

۱۔ غیر متوقع اور ناگہانی موت کی صورت میں یہ شبہ دور کرنے کے لیے کہ موت طبعی ہے یا حادثاتی، اور حادثاتی کی صورت میں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا مردے کو قتل کیا گیا ہے یا مرنے والے نے خودکشی کی ہے..... وغیرہ وغیرہ

۲۔ بیماری کی صورت میں مرنے والے کے مرض کی نوعیت اور اس کے اسباب ووجوہات معلوم کرنے کے لیے تاکہ اس نوعیت کی بیماری میں مبتلا دیگر افراد کو بچانے کے لیے کوئی مثبت معلومات حاصل کی جاسکیں۔

۳۔ علم طب کے طلبا کے لیے انسانی جسم کی اندرونی کیفیت، اعضاء کی کارکردگی کی نوعیت، امراض اور خرابی پیدا ہونے کے اسباب اور ان کے تدراک کی مؤثر تدابیر سمجھانے کے لیے بھی مردہ جسم کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے۔

پہلی صورت:

یعنی غیر متوقع اور ناگہانی موت کی صورت میں یہ شبہ دور کرنے کے لیے کہ موت طبعی ہے یا حادثاتی اور حادثاتی کی صورت میں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا مردے کو قتل کیا گیا ہے یا مرنے والے نے خودکشی کی ہے..... اس کی واقعاتی اور شرعی حیثیت پر بحث کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند عملی واقعات پیش کرکے اس کے فوائد پر کچھ روشنی ڈال دی جائے۔ لہذا ذیل میں 'فیملی میگزین' (یکم تا ۷ دسمبر ۲۰۰۲ء ص ۲۱) کی ایک رپورٹ بالاختصار اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❑ ''زرینہ کی حالت نے سب کو رُلا دیا تھا۔اس نے دیواروں کے ساتھ سر ٹکرا کر اپنے آپ کو زخمی کرلیا تھا۔جواں عمری میں بیوگی کا صدمہ،کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ تھی زرینہ کا خاوند انور کل تک زندگی سے بھرپور تھا مگر آج منوں مٹی تلے دفن ہو رہا تھا۔رات کو اچھا بھلا سویا تھا جب صبح دیر تک نہ اٹھا تو زرینہ نے اٹھانے کی کوشش کی پھر زرینہ کی چیخوں نے پورا محلّہ سر پر اٹھالیا،کسی نے کہا کہ ہارٹ اٹیک ہوا ہے،کسی نے کہا شاید برین ہیمبرج ہوگیا ہو،کسی نے کوئی قیاس آرائی کی کسی نے کوئی۔

انور کے والدین چھوٹی عمر میں ہی وفات پا چکے تھے ایک بھائی تھا جو کسی دوسرے شہر میں رہتا تھا جبکہ وہ خود بند روڈ لاہور میں رہتا تھا اور ٹیلرنگ کا کام کرتا تھا۔اچھا ہنرمند تھا،آمدنی بھی معقول تھی،اپنا چھوٹا سا گھر بھی بنوالیا تھا،پھر کسی واقف کار نے زرینہ کا رشتہ بتایا۔پہلی ملاقات میں ہی اسے شرمیلی شرمیلی سی زرینہ اچھی لگی اور اس نے رشتہ کے لیے ہاں کردی اور اب خوش وخرم اپنی بیوی کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا کہ زندگی ساتھ ہی چھوڑ گئی مختصر سے عزیز واقارب کے آنے کے بعد اس کے سفر آخرت کا اہتمام شروع ہوگیا۔وقتِ غسل مردے نہلانے والے کو کچھ شک سا ہوا۔اس نے انور کے بھائی کے ساتھ علیحدگی میں کوئی بات کی۔انور کا بھائی کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے تجہیز وتکفین کا عمل روک دیا اور باہر چلا گیا کچھ دیر کے بعد وہ پولیس کے ہمراہ واپس آیا۔پولیس نے ابتدائی کارروائی کے بعد لاش گاڑی میں رکھی اور عزیز واقارب کو بتایا کہ وہ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے لے کر جارہے ہیں۔زرینہ پر سکتہ کی کیفیت طاری ہوگئی اگلے روز زرینہ کو باقاعدہ تفتیش کے لیے تھانہ بلالیا گیا۔کیونکہ انور کی موت قدرتی نہ تھی بلکہ اسے گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا۔مزید ایک روز بعد زرینہ نے اقبالِ جرم کرلیا اور اپنے اس ساتھی کی بھی نشاندہی کردی جس کے ساتھ مل کر اس نے انور کو قتل کیا تھا.....''

❑ یہ بھی لاہور ہی کی ایک جدید آبادی کا واقعہ ہے کہ گلنار نامی ایک شادی شدہ عورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پراسرار موت واقع ہوگئی۔لڑکی کے گھر والوں نے شبے کی بنیاد پر پولیس کارروائی کی درخواست کی ،پولیس نے لاش قبضہ میں لے کر مزید کارروائی کے لیے پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوادی ۔پوسٹمارٹم رپورٹ میں زہرخوانی کی نشاندہی پائی گئی ۔گلنار کے خاوند کو شبہ کی بنیاد پر گرفتار کرلیا گیا معمولی سی تفشیش کے بعد اس نے اقبال جرم کرلیا اور وجہ قتل یہ بیان کی گئی کہ وہ کسی اور عورت کی محبت میں گرفتار تھا،اسی لڑکی کے ایما پر اس نے گلنار کو راستے سے ہٹانے کے لیے زہر دیدیا اور مشہور کردیا کہ گلنار کی موت حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے!.....

□ اس قسم کے بے شمار واقعات اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں سینکڑوں داستانیں ہمارے معاشرے میں بکھری پڑی ہیں ۔بعض اوقات انسانی خون کی قیمت پانی سے بھی ارزاں سمجھ لی جاتی ہے ۔کبھی انسان درندوں کی جبلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی دوسرے کمزور انسان کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اور کبھی اپنے مذموم ارادے پورے کرنے کے لیے اپنے خونی یا دنیاوی رشتوں کو ہی زندگی کی قید سے چھڑوا دیتا ہے بعض اوقات کسی بیماری کا حملہ ایک ہنستے بستے انسان کو موت کی وادیوں میں لیجاتا ہے' ایسا بھی ہوتا ہے کہ معمول کی زندگی گذارنے والا ایک شخص معمولی سی بیماری کی وجہ سے موت کے منہ میں چلا گیا۔ ہر دور میں ایک خاص حد کو طبعی زندگی کہا جاتا ہے اور یہ حد پوری کرنے والے انسانوں کی موت کو طبعی موت کہا جاتا ہے، کچھ سال آگے پیچھے ہوسکتے ہیں مگر سمجھا یہی جاتا ہے کہ بڑھاپے کی عمر میں پہنچ کر موت کے منہ میں جانے والے انسان نے مکمل زندگی گذاری۔اگر کوئی اس سے پہلے ہلاک ہوتا ہے تو اسے غیر طبعی موت کہا جاتا ہے ۔ ہر دور میں ماہر طب اس قسم کی موت کا پتہ چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔اس قسم کی اموات کا پتہ چلانے کا ایک طریقہ 'پوسٹ مارٹم' بھی کہلاتا ہے ۔'پوسٹ' کا مطلب 'بعد میں' اور 'مارٹم' کا مطلب 'سرسری جائزہ لینا' ہے یعنی لاش کا سرسری جائزہ لینا پوسٹ مارٹم کہلاتا ہے''۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئندہ سطور میں ہم ایک ڈاکٹر (جناب عبدالواحد صاحب گلشن راوی، لاہور) کی طرف سے پوسٹ مارٹم طریق کار کی تفصیل بیان کریں گے اور اس کے بعد اس کی شرعی حیثیت واضح کی جائے گی۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا تفصیل کا تعلق موت کی طبی یا حادثاتی وجوہات معلوم کرنے سے ہے اور یہ پوسٹمارٹم کی تین بنیادی وجوہات میں سے ایک ہے جبکہ بقیہ دو وجوہات معلوم کرنے کے لیے میت کے جسم کی جس طرح قطع و برید کی جاتی ہے اس کا اندازہ بھی اس سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

پوسٹ مارٹم معائنہ کی تفصیل اور طریق کار

پوسٹ مارٹم: لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی بعد از مرگ کے ہیں۔

پوسٹ مارٹم معائنہ کی تعریف: میڈیکل افسر کا نعش کا معائنہ کرنا۔

اغراض: (۱) غیر معلوم نعش کی شناخت کرنا۔

۲۔ موت کے سبب اور موت کے بعد کی مدت کا تعین کرنا۔

۳۔ نومولود میں اس امر کی تحقیق کرنا کہ وہ پیدائش کے وقت زندہ تھا یا نہیں یعنی اس میں حیات کی قابلیت تھی یا نہیں۔

اصول: منجملہ دیگر اصول کے ایک اصول یہ بھی ہے کہ پوسٹ مارٹم معائنہ مفصل اور مکمل ہونا چاہیے۔ جسم کے تینوں جوف یعنی سینہ، پیٹ، اور کھوپڑی کو کھول کر معائنہ کرنا چاہیے اگرچہ موت کا سبب کسی ایک جوف میں دریافت بھی ہوگیا ہو کیونکہ معائنہ کرنے والے کو صرف اتنا ہی درج نہیں کرنا کہ فلاں فلاں اعضاء کو زخم پہنچا ہے بلکہ اس بات کو بھی واضح کرنا ہے کہ بقیہ اعضاء تندرست پائے گئے۔

پوسٹ مارٹم معائنہ کی تفصیل اور طریق کار:

یہ دو حصوں پر مشتمل ہے: (۱) ظاہری معائنہ (۲) اندرونی معائنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہری معائنہ: (EXTERNAL AXAMINATATION)

بازوؤں اور ٹانگوں بالخصوص ہاتھوں، ہتھیلیوں اور انگلیوں کی وضع و پوزیشن کا مشاہدہ، لباس کا معائنہ اور اس پر کسی پھٹن یا بٹن کا ٹوٹا ہو ہونا، لباس کا بے ترتیب ہونا جو کسی جھگڑے یا آپا دھاپی پر دلالت کرے، کو درج کرنا۔ لباس پر کٹاؤ، سوراخ یا بارودی اسلحہ کی بناء پر جلن یا سیاہی کو جسم پر واقع شدہ زخموں سے مقابلہ کرنا، خون کے داغوں کا معائنہ کرنا، زہر، قے یا براز کے داغوں کو کیمیائی تحلیل کے لیے محفوظ رکھنا اور ان کی بو کی طرف خصوصی توجہ کرنا۔ کوئی پھندا ہو تو اس کو بیان کرنا اور کھولنے سے پہلے اس کی تصویر کشی کرنا۔ اگر ممکن ہو تو گرہوں کو ایسے ہی محفوظ کر لینا ورنہ ان کو ڈھیلا کرنے اور کھولنے سے پہلے تفصیل سے ان کے جائے مرقوع اور ان کی قسم کا بیان کرنا کیونکہ گرہ لگانے کا طریقہ شہادت میں اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے۔

کپڑوں کو احتیاط کے ساتھ بغیر پھاڑے اتارا جائے اور اگر ان کو سالم اتارنا ممکن نہ ہو تو ان کو بے ترتیبی سے نہ کاٹا جائے بلکہ سیلائیوں پر سے ادھیڑ لیا جائے۔ سر سے پیر تک اور کمر سے سینہ وغیرہ جسم کی ظاہری سطح کا احتیاط کے ساتھ معائنہ اور مندرجہ ذیل تفاصیل کو مدنظر رکھنا۔

ا۔ وہ آثار و علامات جو موت کے بعد کی مدت پر دلالت کرتے ہیں مثلاً مقعد کا درجہ حرارت، جسمانی تناؤ، نیلگوں دھبے (Lividity) دوران خون رکنے سے جسم کے ان حصوں میں جو زمین کے ساتھ متصل ہوں خون جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے جس کی بناء پر ان حصوں کی انتہائی باریک خون کی نالیاں (Capillaries) خون سے پھول جاتی ہیں اور نتیجۃً سطح پر یہ نیلے دھبے سے ابھر آتے ہیں۔ یہ عمل موت کے ایک گھنٹے بعد شروع ہوتا ہے اور چار سے بارہ گھنٹوں میں بہت نمایاں ہو جاتا ہے۔ ان دھبوں کا محل وقوع اور مقدار و پیمائش۔ نعش کے تنفخ اور تفسخ (پھولنا اور پھٹنا) کی وسعت۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ غیر شناخت شدہ لاشوں میں شناختی نشان مثلاً عمر (اس کی تصدیق دانتوں کی مدد سے اور اگر ضرورت ہو تو ایکسرے کی مدد سے) جنس، نوع جسامت، جلد بال اور آنکھوں کی رنگت گودنے کے نشانات بھرے ہوئے زخموں کے نشانات اور دیگر خصوصیات۔ غیر شناخت شدہ افراد کی تصویر کشی پوسٹ مارٹم معائنہ کے اگلے مراحل سے پہلے ضرور کر لی جائے۔

تقریبی وزن اور پیمائش کر کے قد کا ذکر ضرور کیا جائے خواہ نعش کی شناخت ہو چکی ہو یا نہیں۔ جلد پر خون، مٹی، قے، براز، زہر یا بارود کے داغ دھبوں کا معائنہ۔ معائنہ کرنے والا ان کا صحیح اور تفصیلی بیان مع ان کے خاکے کے درج کرے یا اگر ممکن ہو تو ان کی تصویر اتار لے۔

بازوؤں پر اور رانوں اور کولہوں پر سوئیوں کے نشانات کو نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ ان سے کسی دوائی وغیرہ کی عادت میں مبتلا ہونے کی طرف اشارہ مل سکتا ہے۔

تشدد کی علامات مثلاً خراش، زخم، جلن، کھولتے ہوئے پانی وغیرہ کی جلن۔ بالوں کی جھلسن وغیرہ کو بمعہ ان کی پیمائش پوری تفصیل سے ذکر کرنا۔ اس ضمن میں سر اور گردن کا معائنہ انتہائی احتیاط کے ساتھ کیا جائے۔ گردن کے گرد رسی باندھنے یا ناخنوں کے نشانات کا معائنہ کیا جائے۔

جسم کے قدرتی سوراخوں مثلاً منہ، نتھنے، کان، مقعد، عورت کا قبل کا زخم، خارجی اشیاء اور خون وغیرہ کے اعتبار سے معائنہ۔ منہ اور نتھنوں پر جھاگ، دانتوں کے اعتبار سے زبان کا مقام، ہونٹوں اور منہ پر گلا دینے والی شے کے اثرات اور الکحل اور کاربالک تیزاب کی بو۔

ریلوے اور ٹریفک کے دوسرے حادثات کی صورت میں آنکھوں کا مشاہدہ ضروری ہے کیونکہ ممکن ہے کہ غیر معلوم شخص نابینا ہو اور اس کی نابینائی اس حادثے کا موجب ہو۔ ہاتھوں کا معائنہ، انگلیوں میں کٹن اور انگلیوں کی جڑوں کے جوڑوں کے اوپر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خراش کے لیے، اگر مٹھی بھینچی ہوئی ہو تو دیکھنا کہ ہاتھ میں کوئی شی پکڑی ہوئی ہے یا نہیں۔ پھر نعش کو دھویا جائے اور اگر ضروری ہو تو سر کو مونڈ دیا جائے اور نیل کے داغوں یا خراشوں کی مزید تفتیش، جو خون یا مٹی کی وجہ سے پوشیدہ رہ گئے ہوں خصوصا گردن اور منہ کے گرد۔ ظاہری معائنہ میں یہ بھی شامل ہے کہ عورت نے قبل کی گدی یا پھایہ (Vaginal Swab) ضرور لیا جائے۔ چھری، خنجر وغیرہ کے زخموں کو جسم چیرنے سے پہلے سلاخ ڈال کر دیکھا جائے۔

کسی ہڈی کا ٹوٹا ہونا یا جوڑ اپنی جگہ سے ہلا ہوا ہونا بھی زیر نظر رہے، ایسے قرائن کی تلاش ہو جن سے معلوم ہو سکے کہ متوفی دائیں ہاتھ سے کام کرنے کا عادی تھا یا بائیں سے۔

ظاہری معائنہ سے موت کے سبب کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے مثلا:

۱۔ جلد کی مخصوص رنگت شوخ سرخ کاربن مولو آکسائڈ گیس کا اثر

۲۔ چہرے کے پرانے بھرے ہوئے زخم یا پرانے جلنے کے آثار۔ مرگی

۳۔ باریک ناخنوں کے اثرات گلا گھونٹنا

۴۔ سوئی کے نشانات۔ عادی نشہ باز وغیرہ

۵۔ پاؤں کی سوجن اور ٹانگوں کی وریدوں کا پھولا ہوا ہونا۔ انجماد خون Thrombosis اور (پھیپھڑوں کی چھوٹی شریانوں میں منجمد خون وغیرہ کے ٹکڑے کا پھنس جانا) Pulmonary Embolism کا اندیشہ

اندرونی معائنہ: Internal Examination

ہر کیس میں تینوں جوفوں کے اعضاء کا مکمل معائنہ ضروری ہے باوجودیکہ ایسی حالت پائی جا چکی ہو جو ظاہرا موت کا سبب بننے کو کافی ہو کیونکہ بصورت دیگر (یعنی اگر کسی اہم عضو کا معائنہ نہ کیا گیا ہو) تو اس کے بارے میں آئندہ سوالات اٹھائے جا سکتے ہیں۔

حرام مغز کا معائنہ صرف اسی صورت میں کیا جائے گا جبکہ ریڑھ کی ہڈی کو زخم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگا ہو یا کوئی ایسا زہر استعمال کرایا گیا ہو جو حرام مغز پر اثر انداز ہوتا ہو مثلاً کچلہ وغیرہ یا حرام مغز سے متعلق کوئی مرض ہو مثلاً ٹیٹنس (Tetanus)

سب سے سہل ترین طریقہ یہ ہے کہ پوسٹ مارٹم اس جوف سے شروع کیا جائے جو سب سے زیادہ متاثر ہوا ہو۔اور نشتر ہر کیس کے اپنے خصوصی حالات کے مطابق دیا جائے مثلاً سینے کے چھری خنجر وغیرہ کے زخم میں عام طور پر دیئے جانے والے چیرے سے عدول کیا جائے گا تا کہ ان زخموں کو نہ چھیڑا جائے بلکہ اسی طرح برقرار رکھا جائے۔

عام قاعدے کے مطابق ٹھوڑی سے لے کر پیڑو تک چیرا دیا جائے گا البتہ پیٹ کو احتیاط سے کھولا جائے گا تا کہ آنتوں کو کوئی زخم نہ پہنچے۔

سینہ کی دیواروں کو بافتوں (Tissues) جلد اور گردن کی اندرونی بافتوں کو دائیں بائیں پلٹ دیا جائے اور جہاں گلا گھونٹنے کا شبہ ہو وہاں جلد کی اندرونی سطح اور گردن کے اندرونی حصوں کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

سینہ کی درمیانی ہڈی (Sternum) کو دونوں جانب کی پسلیوں کے غضروف (Cartilages) سے کاٹ کر جدا کر لیا جائے اور ضرورت ہو تو ہنسلی کی ہڈی کو بھی آری سے کاٹا جائے۔کچھ چھیڑنے سے پیشتر جوف بطنی اور اس کے اندر کے اعضاء کی حالت کا مشاہدہ کیا جائے تا کہ معلوم ہو سکے کہ اس جوف میں کوئی اور رطوبت وغیرہ ہے یا یہ کہ اعضاء میں کوئی سوراخ ہے یا کسی عضو کو کوئی زخم پہنچا ہے، اگر اس احتیاط کو نہ برتا جائے تو معائنہ کرنے والا اشتباہ میں پڑ سکتا ہے کہ بعد میں کسی مرحلہ پر نظر آنے والا خون یا زخم پہلے سے موجود تھا یا اس کے پیٹ کو چیرنے کی بدولت ہوا۔اسی احتیاط کو سینہ اور نرخرہ کھولتے ہوئے برتا جائے۔

چاقو کو پھر نچلے جبڑے کے اندرونی جانب پھیرا جائے تا کہ زبان کے منسلکات (Attachment) کو جدا کیا جا سکے۔زبان کو پھر حلق کے کاٹے ہوئے حصے کی جانب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کھینچ لیا جائے اور چاقو کی کچھ تھوڑی سی اور تحریک سے اس کو بمعہ Mydid، ہڈی، حلق، نرخرہ، سانس کی نالی اور مری کے پچھلی جانب سے آگے لایا جائے۔ بیماری کے آثار اب بآسانی ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ نرخرہ، سانس کی نالی اور مری میں قے شدہ مواد کا معائنہ کیا جائے اور تجزیہ کے لیے محفوظ کیا جائے، زبان میں اب کچھ نشتر لگائے جائیں تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس میں نیل تو نہیں۔ مری، سانس کی نالی اور نرخرہ کو کاٹا جائے اور ان کا معمول کے خطوط پر معائنہ کیا جائے۔ قاعدے کے طور پر بہتر یہ ہے کہ سینے کے تمام اعضاء کو بمعہ زبان، نرخرہ اور حلق جدا کرلیا جائے البتہ اس سے پیشتر مری کے نچلے سرے پر ایک گرہ لگادی جائے تاکہ معدہ کے اجزا باہر نہ نکل سکیں۔

اب پھیپھڑوں پر نظر کی جائے اور وہی نشتر جو سانس کی نالی پر لگایا تھا، اس کو بڑھا کر سانس کی اور چھوٹی نالیوں تک کھینچا جائے تاکہ جھاگ اور کوئی خارج سے داخل شدہ شے اگر موجود ہو تو حاصل ہوسکے۔

قلب کا معائنہ پہلے ظاہری و بیرونی ہوگا پھر اندرونی۔ اس کے خانوں (والوں) کو اور سب سے اندر کی جھلی کو ظاہر کیا جائے۔ دل کے عضلات کی حالت پر نظر کی جائے۔ قلبی شریانوں کو کھولا جائے اور شریان اعظم (آورطہ) کی صحت کا اندازہ لگایا جائے قلب اور خون کی قلبی نالیوں کا ایک ٹکڑا خوردبینی مطالعہ کے لیے علیحدہ کرلیا جائے۔

اس کیس میں جہاں Air Embolism (یعنی ہوا کا بلبلہ خون کی نالی میں آگیا ہو اور قلب کی دموی نالیوں میں سے کسی نالی کا راستہ بند کردیا ہو) کا شبہ ہو، جھلی کی اس تھیلی کو جس میں قلب واقع ہے، پانی سے بھر لیا جائے۔ اس کے بعد قلب کے خانوں میں سوراخ کرکے قلب کے دبانے سے پانی میں ہوا بلبلے کی شکل میں نمودار ہوگی۔ قلب کے دائیں حصہ میں خون جھاگ دار ہوگا۔ سینے کے بعد پیٹ کا معائنہ کسی زخم یا بیماری کے لیے کیا جائے۔ نظام ہضم کے پورے سلسلے کو اس کے طول میں کھولا جائے۔ رحم اور اس کے متعلقات اور عورت کے قبل کا معائنہ زخم، اسقاط، پیدائش وغیرہ کے لیے کیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثانے کا معائنہ قارورہ نکالنے کے بعد کیا جائے اور پراسٹیٹ غدود Prostate Gland کی حالت ملاحظہ کی جائے۔

سر کھولنے کے لیے سر کی جلد وغیرہ کو ایک کان سے دوسرے کان تک اوپر کی جانب سے چیرا دیا جائے اور پھر جلد وغیرہ کو آگے پیچھے پلٹ دیا جائے۔اب کانوں کے ذرا اوپر سے پوری کھوپڑی کو آری سے کاٹا جائے۔کھوپڑی سے متصل اندر کی جھلی کا مشاہدہ کر کے اس کو کاٹ کر دماغ کو ظاہر کیا جائے۔دماغ کا اس کی جگہ پر معائنہ کے بعد اس کو سامنے کی جانب سے انگلیاں داخل کر کے جدا کر لیا جائے اور حرام مغز سے کاٹ لیا جائے۔دماغ کی ظاہری سطح اور اس کے قاعدہ (Base) کا جریانِ خون، زخم یا مرض کے لیے معائنہ کیا جائے اور دماغ کی دموی رگوں کی کیفیت کا اندازہ کیا جائے پھر دماغ کے اندرونی مطالعہ کے لیے اس کو کاٹا جائے۔

سر کے قاعدے (Base) کے مطالعے کے لیے جھلیوں کو دور کیا جائے اور دیکھا جائے کہ ہڈی تو کہیں سے ٹوٹی ہوئی نہیں۔اگرچہ ہڈی کے ٹوٹنے پر جریان خون دلالت کرتا ہے لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا اور اگرچہ جھلیوں کا دور کرنا خاصا دشوار ہے پھر بھی اس احتیاط کو کسی قیمت پر نظر انداز نہ کیا جائے۔

زہر خوری و زہر خورانی کی صورت میں توجہ زیادہ تر نظام ہضم پر ہی مبذول رہے گی۔ اس کیس میں منہ اور گلے کے معائنہ کے بعد معدے کو اس کے دونوں سوراخوں سے دوہری گرہ لگا کر ان دونوں گرہوں کے درمیان کاٹ کر علیحدہ کر لیا جائے۔یہ امر انتہائی ضروری ہے کہ بطنی جوف کے ٹھوس اعضاء معدے اور آنتوں میں موجود مواد سے آلودہ نہ ہوں کیونکہ آنتوں اور ٹھوس اعضاء میں زہر کی نسبتی واضافی مقدار سے زہر خوری کے بعد کی مدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔جدا کرنے کے بعد معدے کو ایک صاف شیشے کی ڈش میں رکھ کر اس کو کاٹا جائے اور معدے میں موجود اجزاء کا معائنہ کیا جائے۔اب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھوس اعضاء کو جدا کیا جائے اور معائنہ الگ الگ صاف ظروف میں کیا جائے۔ پورا یا کم از کم نصف جگر دونوں گردے اور طحال (تلی) کو تجزیے کے لیے لیا جائے۔

چھوٹی آنت کو بڑی آنت کے قریب سے گرہ دے کر قطع کر لیا جائے اور پھر اس کو کھول کر اس کا معائنہ کیا جائے، پھر ایک مرتبان میں اس کے اجزاء سمیت رکھ دیا جائے، بڑی آنت کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جائے اور بعض صورتوں میں دماغ اور پھیپھڑوں کے تجزیے کے لیے بھی یوں ہی کیا جائے۔

تقریباً دس اونس خون قلب اور خون کی بڑی نالیوں سے اس کیس میں حاصل کیا جائے جس میں اڑنے والے زہر مثلاً کلوروفام، الکحل یا ہائیڈروسایانک تیزاب (Hydro Cyanic Acid) کا شبہ ہو یا گیس کے اثر سے مرنے کا واقعہ ہوا ہو۔

سرمہ اور سم الفار (سنکھیا) کے زہر خوری میں لمبی ہڈیوں کے ٹکڑے تجزیہ کے لیے جدا کر لیے جائیں۔

پوسٹ مارٹم یا بعد از مرگ معائنہ کے طریقہ کو پوری تفصیل سے اس لیے نقل کیا گیا ہے کہ اس کی پوری حقیقت اور اس کے مختلف مراحل کی اطلاع ہو جائے ورنہ یہ احتمال ہے کہ پوسٹ مارٹم معائنہ کے اس حصہ کو جو بغیر کسی تردد کے جائز ہے بلکہ ضروری ہے، نظر انداز کرتے ہوئے اور عام آدمی کے ذہن کے اعتبار سے مطلقاً پوسٹ مارٹم کو چیر پھاڑ پر محمول کرتے ہوئے اس کا بالکل انکار نہ کر دیا جائے۔ (۱)

اب آئندہ سطور میں ہم پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت پر بحث کریں گے۔ ان شاء اللہ!

موت کا شبہ دور کرنے کے لئے پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت:

انسان خواہ زندہ ہو یا مردہ، اس کی عزت وتکریم کا اسلام نے خاص طور پر حکم دیا ہے اور ہر ایسے کام سے منع کیا ہے جو انسان کی عزت وتکریم کے منافی ہو۔ لیکن بعض

(۱) [پوسٹ مارٹم معائنہ کی تفصیل سے متعلقہ ڈاکٹر عبد الواحد صاحب کے مضمون کے لئے دیکھئے: سہ ماہی 'منہاج' لاہور، (جلد ۲، شمارہ ۲، صفحہ ۶۹ تا ۷۶)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناگزیر صورتیں اس سے مستثنیٰ بھی رکھی ہیں مثلاً قتل کے بدلہ میں دوسرے کو قتل کرنا، یا زخم کے بدلہ میں دوسرے کو زخم لگانا، ہاتھ پاؤں کٹنے کی صورت میں کاٹنے والے کے ہاتھ پاؤں بطور قصاص کاٹنا..وغیرہ اسی طرح حالت مجبوری میں بہت سے ممنوع اور ناجائز کام بقدر ضرورت جائز ہوجاتے ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اعضا کی پیوندکاری کے ضمن میں ایک مسلمہ فقہی قاعدہ ذکر کیا گیا تھا کہ

''الضرورات تبیح المحظورات.....''

''مجبوری، ممنوع اشیا کو جائز کردیتی ہے لیکن صرف اس قدر، جس قدر اس کی ضرورت ہو''

یہی صورتحال پوسٹمارٹم کی بھی ہے یعنی ایک طرف تو انسانی جسم کی چیر پھاڑ اس کی عزت وتکریم کے منافی ہے اور دوسری طرف یہ ضروری ہوتا ہے کہ موت کی وجہ معلوم کرتے ہوئے قتل کی صورت میں قاتل تک رسائی حاصل کی جائے اور کسی کے بارے میں شبہہ ہو تو اس کی تحقیق کی جائے۔لہذا اس 'ضرورت' کے پیش نظر اس حد تک پوسٹمارٹم کی اجازت دی جائے گی جس حد تک اس کی ضرورت ہو۔

اسی طرح انسانی لاش کی چیر پھاڑ (پوسٹمارٹم) ایک 'خرابی' ہے اور دوسری طرف مجرموں تک رسائی حاصل نہ کرنا بھی 'خرابی' ہے بلکہ پوسٹمارٹم سے بڑی خرابی ہے کہ تفتیش کے ذریعے مجرموں تک رسائی حاصل نہ کی جائے۔اس لیے (اھون البلیتین/اخف الضررین وغیرہ جیسے مسلمہ فقہی قاعدوں کی رو سے) اس بڑی خرابی پر قابو پانے کے لیے چھوٹی خرابی (یعنی پوسٹمارٹم) کو برداشت کرلیا جائے گا۔

دوسری صورت:

یعنی بیماری کی صورت میں مرنے والے کے مرض کی نوعیت اور اس کے اسباب ووجوہات معلوم کرنے کے لیے پوسٹمارٹم کرنا تاکہ اس نوعیت کی بیماری میں مبتلا دیگر افراد کو بچانے کے لیے کوئی مثبت معلومات حاصل کی جاسکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ